تقریظ

چار ہزار کتب ورسائل لکھنے والے برصغیر کے سب سے بڑے مصنف
مفسر قرآن شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

فقیر نے عدیم الفرصتی کے باوجود عزیزم فاضل محترم حضرت مولانا محمد شہزاد قادری ترابی صاحب کی کتاب {صراط الابرار} کے چند عنوانات دیکھے۔ ماشاء اللہ مضامین خوب ہیں طرفہ یہ کہ عام فہم ہیں اور تقریباً ایک سو عنوانات قائم کرکے ہر مسئلہ عوام کے اذہان میں مؤثر طریقے سے بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے راہِ حق کے متلاشی کے لئے کافی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ مولیٰ جل جلالہٗ مؤلف کی مساعی مشکور فرمائے اور ناظرین کے لئے مشعلِ راہِ حق بنائے بطفیل حبیبِ پاک ﷺ عزیز کے قلم میں دے زور اور زیادہ۔ (آمین)

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور، پاکستان

تقریظ

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، ولیٔ نعمت، قائدِ اہلسنّت، مبلغ عالمِ اسلام
امیرِ جماعت اہلسنّت حضرت علامہ مولانا سیّد
شاہ تراب الحق قادری صاحب مدظلہ العالی

اس فقیر نے مولانا محمد شہزاد قادری ترابی سلمہٗ کی کتاب {صراط الابرار}
کو کہیں کہیں سے دیکھا۔ موصوف نے اہلسنّت وجماعت پر کئے جانے والے
اعتراضات کے علماء کرام کی تصریحات کی روشنی میں جوابات دیئے ہیں۔
اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل
موصوف کی اس سعی کو قبول فرمائے دینِ متین کی مزید خدمت کی توفیق عطا
فرمائے اور اس کتاب کو نافع ہر خاص وعام بنائے۔

آمین، ثم آمین بجاہِ حبیبک سیّد المرسلین ﷺ
فقیر سیّد شاہ تراب الحق قادری

انتساب

میری یہ کتاب فخرِ کائنات، محسنِ انسانیت، شہنشاہِ اعظم، سرکارِ اعظم، نورِ مجسم، رحمتِ عالم ﷺ کے نام،

آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نام،

آپ ﷺ کے پیارے اہلبیتِ اطہار علیہم الرضوان کے نام،

اپنے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور تمام ائمہ مجتہدین کے نام،

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور تمام اولیائے کاملین کے نام،

اعلیٰ حضرت محدثِ بریلی علیہ الرحمہ اور میرے مُرشد کے نام

اور میری پیاری والدہ کے نام

خادمِ اہلسنّت

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

اپیل

اس کتاب میں مکمل کوشش کی گئی ہے کہ کسی مسئلہ میں غلطی نہ ہو لیکن بتقاضائے بشریت اگر کسی عبارت یا مسئلے میں غلطی ہوگئی ہو تو مؤلف کو مطلع کریں۔

مؤلف کا پتہ:......مکتبہ فیضانِ اشرف، نزد شہید مسجد کھارادر کراچی

عرضِ مؤلف

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا جل جلالہٗ ایسی قوت دے میرے قلم میں
کہ بدمذہبوں کو سُدھارا کروں میں

موجودہ نازک دور میں ہر طرف بے راہ روی، نفسہ نفسی، فتنہ پرستی اور لادینیت کی فضا سرگرم ہے منظّم سازش کے ذریعے اسلامی عقائد ونظریات کے خلاف کام ہورہا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اسلامی عقائد ونظریات کے خلاف نام نہاد مسلمانوں ہی کے ذریعے اپنا کام نکلوا رہے ہیں وہ خود منظرِ عام پر نہیں آتے موجودہ میڈیا اور پریس کو لادینی قوتیں اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے بھرپور استعمال کررہی ہیں۔

میڈیا پر تو ہر گانا گانے والا، فلموں میں کام کرنے والا، ڈراموں کی زینت بننے والا، فاسق وفاجر، بینڈ باجے بجانے والا، پینٹ شرٹ اور کوٹ ٹائی میں ملبوس خشخشی داڑھی والا یا بغیر داڑھی والا مفتیٔ اعظم بنا ہوا ہے جہاں ایسی صورتِ حال ہو وہاں اسلامی نظریات کا خدا تعالیٰ ہی حافظ ہے یعنی اب ہمیں ایسے لوگ دین سکھائیں گے افسوس کی بات یہ ہے کہ

نوجوان نسل اِن کی میٹھی میٹھی باتوں سے متاثر ہوکر اُن کی باتوں پر یقین رکھتی ہے مفتیانِ کرام اور علماء کرام سے زیادہ اِن کی باتوں پر توجہ دی جاتی ہے۔

دوسری جانب قرآن اور حدیث کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے، مسلمانوں کو اسلامی عقائد ونظریات سے برگشتہ کیا جارہا ہے جو عقائد خیر القرون سے چلے آرہے ہیں اُن عقائد کے متعلق وسوسے پیدا کئے جارہے ہیں، مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کیا جارہا ہے، اسلامی عقائد کو غیر اسلامی قرار دیا جارہا ہے، دین میں فتنے پیدا کئے جارہے ہیں جس کی وجہ سے عام اور سادہ لوح مسلمان جو کہ علمِ دین اور نیک ماحول سے دور ہونے کے باعث اس فتنے کا شکار ہورہا ہے اُس کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات ڈالے جارہے ہیں علمِ دین سے دوری کی بناء پر وہ اِن سوالات کے جوابات دینے سے قاصر نظر آتا ہے یہی نہیں بلکہ کبھی تو اُسے اپنا حق مذہب اور مسلک باطل نظر آنے لگتا ہے لہٰذا اِن مسائل کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ایک سو سوالات کے جوابات قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کی معتبر کتب سے دیئے گئے ہیں جس کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کے ذہن کے اندر اسلامی عقائد کے متعلق کوئی شیطانی وسوسہ جنم نہیں لے گا۔ ایمان میں تازگی اور پختگی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے کوشش کریں کہ اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر روزانہ اس کتاب کے دو صفحے ضرور پڑھیں اور اپنے ذہن میں جوابات کو بٹھائیں تاکہ کوئی بھی اسلام دشمن شخص یا جماعت آپ کے ایمان کو متزلزل نہ کرسکے۔

اس کتاب کو خود بھی پڑھیں اپنے دوستوں کو بھی دیں، اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے بھی اِسے تقسیم کریں اور جو لوگ دین سے دور ہیں اُن کے گھروں تک اسلامی عقائد پہنچائیں یاد رکھئے آپ کے اس کام سے کسی ایک مسلمان کا بھی ایمان محفوظ رہا تو ان شاء

اللہ تعالیٰ آپ کی نجات و بخشش کا سبب ہوگا۔

الحمدللہ {صراط الابرار} اس سے قبل چالیس ہزار سے زائد شائع ہوچکی ہیں مگر اس کو مزید بڑھایا گیا ہے ہمیں اُمید ہے کہ آپ اس جدید ایڈیشن کو بھی عوام النّاس تک پہنچانے میں ہماری مدد کریں گے اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو دین کی سچی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے نافع بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط والسّلام

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

☆☆☆☆☆

فہرست مضامین

سوال: شرک کی کیا تعریف ہے؟

جواب}......علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب شرح عقائدِ نسفی میں شرک کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں ''کسی کو شریک ٹھہرانے سے مراد یہ ہے کہ مجوسیوں کی طرح کسی کو الٰہ (خُدا) اور واجب الوجود سمجھا جائے یا بُت پرستوں کی طرح کسی کو عبادت کے لائق سمجھا جائے۔''

شرک کی تعریف سے معلوم ہوا کہ دو خداؤں کے ماننے والے جیسے مجوسی (آگ پرست) مشرک ہیں اسی طرح کسی کو خدا کے سوا عبادت کے لائق سمجھنے والا مشرک ہوگا جیسے بُت پرست جو بتوں کو مستحقِ عبادت سمجھتے ہیں۔

سوال: شرک کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب}......شرک کی تین اقسام ہیں:

1)......شرک فی العبادۃ 2)......شرک فی الذات 3)......شرک فی الصفّات

(1) شرک فی العبادۃ :......شرک فی العبادۃ سے مُراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مستحقِ عبادت سمجھا جائے۔

(2) شرک فی الذّات:......شرک فی الذات سے مُراد ہے کہ کسی ذات کو اللہ تعالیٰ جیسا ماننا، جیسا کہ مجوسی دو خداؤں کو مانتے تھے۔

(3) شرک فی الصفّات:......کسی ذات وشخصیت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ جیسی صفات ماننا شرک فی الصفّات کہلاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ جیسی صفات کسی نبی علیہ السلام میں مانی جائیں یا کسی ولی علیہ الرحمہ میں تسلیم کی جائیں، کسی زندہ میں مانی جائیں یا فوت شدہ میں، کسی قریب والے میں تسلیم کی جائیں یا دور

والے میں، شرک ہر صورت میں شرک ہی رہے گا جو نا قابلِ معافی جرم اور ظلمِ عظیم ہے۔

شیطان شرک فی الصفّات کی حقیقت کو سمجھنے سے روکتا ہے اور یہاں اُمّت میں وسوسے پیدا کرتا ہے لہٰذا قرآن مجید کی آیات سے اس کو سمجھتے ہیں۔

1)......اللہ تعالیٰ رؤف اور رحیم ہے:

القرآن: اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤف اور رحیم ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت 143 پارہ 2)

سرکارِ اعظم ﷺ بھی رؤف اور رحیم ہیں۔

القرآن: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں (بھاری) ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مومنوں پر ''رؤف اور رحیم'' ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت 128 پارہ 11)

پہلی آیت پر غور کریں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں پھر دوسری آیت میں سرکارِ اعظم ﷺ کو رؤف اور رحیم فرمایا گیا تو کیا یہ شرک ہو گیا؟

اس میں تطبیق یوں قائم ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رؤف اور رحیم ہے جب کہ سرکارِ اعظم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی عطا سے رؤف اور رحیم ہیں لہٰذا جہاں ذاتی اور عطائی کا فرق واضح ہو جائے وہاں شرک کا حکم نہیں لگتا۔

2)......علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں:

القرآن: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ کے سوا غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ (سورۂ نمل

،آیت 65 پارہ 20)

رسولوں کو بھی علمِ غیب عطا کیا گیا:

القرآن: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں ہی کو آگاہ فرماتا ہے ہر کسی کو (یہ علم) نہیں دیتا۔

(سورۂ جن، آیت 26/27 پارہ 29)

علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پہلی آیت سے یہ ثابت ہوا مگر دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں کو بھی عطا کیا ہے تو کیا یہ شرک ہو گیا؟

اس میں تطبیق یوں قائم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عالم الغیب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں لہٰذا جہاں ذاتی اور عطائی کا فرق واضح ہو جائے وہاں شرک کا حکم نہیں لگتا۔

3)......مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہے:

القرآن: ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

ترجمہ: یہ اس لئے کہ مسلمانوں کا مددگار اللہ ہے۔ (سورۂ محمد، آیت 11 پارہ 26)

جبریل اور اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں:

القرآن: فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج

(سورۂ تحریم، آیت 4 پارہ 28)

ترجمہ: بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

پہلی آیت پر غور کریں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر دوسری

آیت میں جبریل اور اولیاء اللہ کو مددگار فرمایا تو کیا یہ شرک ہوگیا؟

اس میں تطبیق یوں قائم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر مددگار ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام اور اولیاء کرام، اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار رہیں۔

جو ذات باری تعالیٰ عطا فرما رہی ہے اس میں اور جس کو عطا کیا جا رہا ہے ان حضراتِ قدسیہ میں برابری کا تصور محال ہے اور جب برابری ہی نہیں تو شرک کہاں رہا؟

خوب یاد رکھیں ! جہاں باذنِ اللہ اور عطائی کا فرق آجائے وہاں شرک کا تصوّر محال اور ناممکن ہوجاتا ہے۔

اُمتِ محمدی ﷺ کبھی شرک پر متفق نہیں ہوگی۔

حدیث شریف:......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا بیشک میں تمہارا سہارا اور تم پر گواہ ہوں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنے حوضِ کوثر کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا کے جال میں پھنس جاؤ گے۔

(بخاری شریف جلد اول، کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1258 ص 545 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

سوال: بدعت کیا ہے؟

جواب}...... بدعت کا لغوی معنیٰ: نیا کام، نئی ایجاد، نئی بات۔

بدعت کا شرعی معنیٰ: ہر وہ کام جو سرکارِ اعظم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

(1)...... بدعتِ حسنہ (2)...... بدعتِ سیۂ

بدعتِ حسنہ کی تعریف:...... یہ وہ طریقہ ہے جو سرکارِ اعظم ﷺ کی ظاہری حیات کے بعد ایجاد ہوا ہو اور وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو مثلاً نمازِ تراویح باجماعت ادا کرنا، مساجد میں محرابیں بنانا، مساجد کے بلند مینار تعمیر کروانا، قرآن مجید پر اعراب لگوانا، جمعہ کے دن دو اذانیں دینا، درسِ نظامی (عالم بنانے کا کورس) کا اجراء وغیرہ وغیرہ۔

کتاب کشاف اصطلاحات الفنون جلد اوّل صفحہ نمبر 122 میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے حوالے سے ہے کہ وہ بدعت جو کتاب اللہ، سُنّت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت ہے۔

حدیث شریف:...... ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا جس نے اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا۔ جب کہ ان کے ثوابوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے برا طریقہ جاری کیا پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لئے اپنا گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر بھی جو اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی ہو۔ (بحوالہ: ترمذی جلد 2، ابواب علم، رقم الحدیث 872، صفحہ 239 مطبوعہ فرید بک لاہور)

تفسیرِ روح البیان میں ہے کہ ہر وہ کام جسے علماء اور عارفین ایجاد کریں اور وہ سُنّت کے خلاف نہ ہو تو یہ اچھا کام ہے۔

مُسلم شریف کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ اچھا کام جو سرکارِ اعظم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو بعد میں ایجاد ہوا اور شریعت کے مخالف نہ ہو تو ایسے کام کو اپنانا اور ایجاد کرنا دونوں باعثِ اجر ہیں۔

بدعتِ سیۂ کی تعریف:...... ہر وہ کام جو سرکارِ اعظم ﷺ کے زمانے میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا

ہواور وہ شریعت کے مخالف ہو۔

جیسے: عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا۔

کتاب نیل الاوطار باب صلوٰۃ التراویح جلد سوم صفحہ نمبر 57 میں ہے کہ اگر بدعت ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیۂ ہے۔

کتاب اصطلاحات الفنون صفحہ نمبر 133 جلد اول میں ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ بدعت جو کتاب، سُنّت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو تو یہ بدعت ضالہ (سیۂ) یعنی بُری بدعت ہے۔

معلوم ہوا کہ ''بدعت'' جو گمراہی کا سبب بنتی ہے اور جسے بدعت ضالہ یا بدعت ضلالۃ کہا گیا ہے وہ اس نئی ایجاد یعنی بدعت پر صادق آتی ہے جو کتاب اللہ، سُنّتِ رسول، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو۔

اس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ دین میں ہر وہ اچھا کام جو شریعت سے نہ ٹکرائے وہ بدعت نہیں لہٰذا ایّام بزرگانِ دین، متبرک راتوں میں عبادات، چہلم، سوئم، برسی، میلادِ مصطفی ﷺ یہ سب اچھے کام ہیں اِن تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کا ذکر ہوتا ہے اگر ان کاموں پر بدعت کا فتویٰ لگایا گیا تو ہر وہ کام بدعت ہوگا جو سرکارِ اعظم ﷺ کے زمانے میں نہ ہوتا تھا۔

سوال: نماز کیا ہے؟

جواب }......تمام ضروریاتِ دین پر دل وجان سے ایمان لانے کے بعد پہلا فرض نماز ہے نماز ایسا فرض ہے جو کسی صورت معاف نہیں ہے اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھیں، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھنا لازم ہے اس فرض کی اہمیت کا اندازہ اس

بات سے لگائیں کہ آدمی آنکھوں سے اندھا ہے، کانوں سے بہرہ ہے، زبان سے بول نہیں سکتا، ہاتھ اور پاؤں سے معذور ہے ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔

نماز کے فوائد :

1)......نماز بے حیائی، پریشانیوں اور بیماریوں سے بچاتی ہے۔

2)......نماز روزی میں خیر و برکت لاتی ہے۔

3)......نمازی کو دنیا، آخرت، قبر اور حشر میں سُرخروئی عطا کی جاتی ہے۔

نماز چھوڑنے کے نقصانات:

1)......بے نمازی کا حشر فرعون، ھامان اور ابی بن خلف جیسے کفّار کے ساتھ ہوگا۔

2)......بے نمازی جب مرے گا تو اُسے ایسی پیاس لگے گی کہ اگر اُسے پوری دنیا کا بھی پانی پلا دیا جائے پھر بھی اُس کی پیاس نہیں بجھے گی۔

3)......بے نمازی کی قبر میں سانپ اور بچھو مسلّط کر دیئے جائیں گے۔

یہ تمام عذابات بے نمازی کے لئے ہیں۔ بے نمازی وہ نہیں جو سال یا مہینے بھر نماز نہ پڑھے بلکہ بے نمازی وہ ہے جو سال یا مہینے میں ایک وقت کی بھی نماز جان بوجھ کر چھوڑ دے۔

سوال: یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہنا کیسا؟

جواب: یہ وہ لفظ ہے جس کی تعلیم خود رسول پاک ﷺ نے اپنے اصحاب کو دی چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

حدیث شریف = حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نابینا شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے شفا عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ چاہو تو صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا۔ دعا

فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ ، یَا مُحَمَّدُ (یَا رَسُوْلَ اللہ) اِنِّی قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فِیْ حَاجَتِی ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ

(ابن ماجہ' جلد اول' حدیث 1443 ص 396 مطبوعہ فرید بک لاہور)

یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں۔ اے محمد ﷺ! میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ امام ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ف = اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ ''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنے کی تعلیم خود رسول پاک ﷺ نے دی۔ یا محمد ﷺ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ہے۔ ہمارے لئے ''یارسول اللہ ﷺ'' کہنے کا حکم ہے۔ اگر یا رسول اللہ ﷺ کہنا ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ سائل کو کبھی اس کی تعلیم نہ دیتے۔

☆ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابھی مجلس برخاست نہ ہوئی اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ ، کَاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ (وہ شخص آیا گویا کبھی وہ نابینا تھا ہی نہیں) (بحوالہ: عمل الیوم واللیلۃ' باب مایقول من ذہب بصرہ' حدیث 233)

☆ مشہور محدث امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ترمذی کے مطابق نقل کی

فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرِئَ (اس نابینا نے اس طرح عمل کیا تو اسے شفا نصیب ہوگئی)

(بحوالہ: مسند احمد جلد چہارم، ص 134)

☆ امام حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ
(یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے)

(بحوالہ: المستدرک، کتاب صلاۃ التطوع، ص 1180)

☆ امام ابو ذکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ (متوفی 676ھ) نے باب اذکار صلاۃ الحاجۃ کے تحت اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا

قَالَ التِّرْمَذِي حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے) (بحوالہ: کتاب الاذکار ص 216)

یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے جن کے نام یہ ہیں۔

1۔ المعجم الصغیر للطبرانی 2۔ دلائل النبوۃ للبیہقی 3۔ الترغیب والترہیب للمنذری
4۔ مجمع الزوائد للہیثمی 5۔ المستدرک للحاکم 6۔ مسند احمد

سوال: کیا حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ عمل کیا؟

جواب: جی ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو اس عمل کی تعلیم دی۔

☆ امام سلیمان بن احمد طبرانی رضی اللہ عنہ (متوفی 360ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ اس کے کسی

کام کی طرف دھیان دیتے۔ایک دن اس کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو اس نے معاملہ بتایا تو میں نے اس سے کہا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرو اور یوں دعا کرو۔اے اللہ جل جلالہ' میں تجھ سے مانگتا ہوں' اپنے نبی رحمت محمد (ﷺ) کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرمادے۔

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو اور میرے پاس آؤ تا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں' اس شخص نے جا کر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اس عمل کو کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔دربان نے ان کا دروازہ کھول دیا اور انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام بتایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا۔اس وقت تک مجھے آپ کا کام یاد نہ رہا' جب بھی کام ہو' میرے پاس آجایا کرو۔

پھر اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس معاملہ کی طرف غور کرتے تھے حتی کہ آپ نے ان کے ہاں میری سفارش کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔خدا تعالیٰ کی قسم! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تمہاری کوئی سفارش نہیں کی۔ ہاں ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے' آپ ﷺ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنے نابینا پن کے بارے میں عرض کی۔آپ ﷺ نے فرمایا صبر کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میرا کوئی معاون نہیں اور میرے لئے بڑی مشکل ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا وضو خانے جاؤ' وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابھی ہم مجلس سے الگ ہوئے نہ تھے اور نہ ہی طویل گفتگو ہوئی تھی کہ وہ نابینا شخص آ گیا کہ پہلے نابینا ہی نہ تھا۔

امام طبرانی رضی اللہ عنہ نے نقل کر کے لکھا

وَالْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ (یہ حدیث صحیح ہے) (بحوالہ: المعجم الکبیر جلد اول، ص 183)

☆علمائے اسلام نے قیامت تک اس عمل کی اجازت عطا فرمائی:

☆امام محمد بن جزری علیہ الرحمہ (متوفی 833ھ) نے امام ترمذی سے نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے دعاء حاجت اپنی کتاب حصن حصین کے صفحہ نمبر 205 پر یوں نقل کی جسے حاجت پیش آئے وہ وضو کرے اور اچھی طرح کرے۔ دو رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دعا کرے۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوں۔ اے محمد ﷺ کے لئے اپنی حاجت میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ (حصن حصین ص 255 مطبوعہ، تاج کمپنی لاہور، کراچی)

☆حضرت امام احمد بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ (متوفی 311ھ) نے روایت میں اضافہ بھی نقل کیا

وَاِنْ کَانَتْ حَاجَۃٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِکَ

(اگر کبھی ضرورت پڑے تو ایسا کرلیا کرو)

(بحوالہ: تاریخ ابن ابی خیثمہ، بحوالہ مصباح الزجاجۃ)

دوران اذان یارسول اللہ ﷺ کہنے کا ثبوت:

☆حضرت امام سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ نے باب الاذان میں فائدہ کے عنوان کے تحت قہستانی کے حوالہ سے لکھا کہ کنز العباد میں ہے۔ جب موذن سے ''اشہد ان محمدا رسول اللہ'' کے

کلمات سنیں تو پہلی دفعہ کہیں۔

صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ یعنی یا رسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو۔

اور دوسری دفعہ سن کر یہ پڑھیں

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْھَامَیْہِ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ قَائِدًا لَہٗ فِی الْجَنَّۃِ

یعنی یا رسول اللہ ﷺ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر کہیئے۔ اے اللہ جل جلالہٗ میرے سمع و بصر میں اضافہ کر' تو ایسے شخص کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے۔

اس پر مذکور حدیث کا حوالہ دیا۔

وَذَکَرَ دَیْلَمِیٌّ فِی الْفِرْدُوْسِ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَّسَحَ الْعَیْنَ

یعنی اور امام دیلمی علیہ الرحمہ نے الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی ذکر کیا جس نے آنکھوں پر انگوٹھے رکھے (حاشیہ طحطاوی علی المراقی ص 111)

☆ امام محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی 1252ھ) کے تتمہ عنوان کے تحت یہی گفتگو لکھی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

یَسْتَحَبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّھَادَۃِ صَلَّی اللہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَعِنْدَ الثَّانِیَّۃِ مِنْھَا قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

یعنی مستحب یہ ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سن کر پڑھا جائے صَلَّی اللہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

اور دوسری مرتبہ پڑھا جائے قُرَّۃُ عَیْنِی بِكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ یعنی یارسول اللہ ﷺ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

امام شامی علیہ الرحمہ نے کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا پھر کتاب الفردوس سے حدیث نبوی ذکر کی (بحوالہ: فتاویٰ شامی جلد 2، ص 84)

نقایہ کے شارح نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ یَّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّهَادَۃِ الثَّانِیَۃِ صَلَّی اللہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَعِنْدَ الثَّانِیَّۃِ مِنْهَا قُرَّۃُ عَیْنِی بِكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

یعنی واضح رہے کہ اذان میں اولاً شہادت رسالت کے جواب میں یہ کہنا مستحب ہے

صَلَّی اللہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ دوسری مرتبہ کے جواب میں یوں کہا جائے قُرَّۃُ عَیْنِی بِكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ

(بحوالہ: فتاویٰ رضویہ، جلد 5، ص 435)

معلوم ہوا کہ علمائے اُمّت نے بھی یارسول اللہ ﷺ کہا اور اُمّت کو کہنے کی ترغیب دی۔

ہر مسلمان نماز میں حضور ﷺ کو خطاب کر کے سلام عرض کرتا ہے

حدیث شریف = حضرت شقیق بن سلمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جب نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو (سلام پھیرنے سے پہلے) یہ کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر سلام فلاں اور فلاں پر

سلام تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر سلام نہ کہو' اس لئے کہ وہ بذات خود ہی سلام ہے لیکن یہ کہو (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) اور جب تم نے یہ (وعلی عباد اللہ الصالحین) کہا تو یہ دعا ہر بندہ خواہ آسمان میں ہو یا آسمان اور زمین کے درمیان ہوگا' اس کو پہنچ جائے گی۔ اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدا عبدہ ورسولہ اور اس کے بعد جو دعا تجھے اچھی لگے' وہ پڑھ لے (بخاری' کتاب الاذان' حدیث نمبر 835' ص 135' مطبوعہ دارالسلام' ریاض سعودی عرب)

اقوال علمائے اُمّت:

☆ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ (متوفیٰ 505ھ) نماز کے ہر عمل کے وقت حضورِ قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے نمازیو! جب تم حالت نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے

اَلسَّلامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ پر پہنچو

وَاحْضُرْ فِيْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمِ وَ قُلْ السَّلامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلِيَصْدُقْ اَمَلَكَ فِيْ اَنَّهٗ يَبْلُغُهٗ وَيَرُدُّ عَلَيْكَ مَاهُوَ اَوْفٰى مِنْهُ

یعنی تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو حاضر سمجھ کر عرض کرے۔ نبی محترم! آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات کی امید بھی رکھو کہ ہمارا سلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے بہتر جواب سے نوازتے ہیں (بحوالہ: احیاء علوم الدین جلد اول' ص 99)

☆ امام علاء الدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح درمختار میں رقم طراز ہیں:

وَيَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَّهٗ وَجْهِ (الْاِنْشَاءِ) كَاَنَّهٗ يُحَيِّي اللهَ تَعَالٰى

وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَاَوْلِيَاءِهٖ لَا (اَلْاِخْبَارَ) عَنْ ذٰلِكَ، وَظَاهِرُهٗ اَنَّ ضَمِيْرَ عَلَيْنَا لِلْحَاضِرِيْنَ لَا حِكَايَةَ سَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى

یعنی نمازی الفاظ تشہد کے معانی کا ارادہ کرکے ان کو بطریق ان شاء کہے گویا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کررہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر کی حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شبِ معراج ہوا (الدر المختار، جلد اول، ص 177)

3۔ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ، شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ سَيِّدِيْ عَلِيَّ الْخَوَّاصَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ لِلْمُصَلِّيْ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ لِيُنَبِّهَ الْغَافِلِيْنَ فِيْ جُلُوْسِهِمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى شُهُوْدٍ فِيْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّهٗ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا فَيُخَا طِبُوْنَهٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً

یعنی میں نے سیدی علی خواص علیہ الرحمہ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں اُن کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے (بحوالہ: کتاب المیزان، ص 145)

علمائے اسلام کا سرکارِ اعظم ﷺ کو ''یا'' کہہ کر ندا دینا

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا۔ کسی نے کہا ان کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے محبوب ہیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے با آواز بلند ندا دی۔

یا محمد ﷺ! پاؤں فوراً درست ہوگیا (ادب المفرد، حدیث 993، ص 261، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور)

☆ تاریخ ابن جریر میں ہے "اِنَّ الصَّحَابَةَ بَعْدَ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانَ شِعَارُهُمْ فِي الْحُرُوْبِ يَامُحَمَّدُ ﷺ۔ جنگوں میں یا محمد ﷺ" پکارنا بعداز وصال صحابہ کا شعار اور طریقہ تھا۔

☆ جنگ یمامہ میں جب مسلمانوں کا مقابلہ مسیلمہ کذاب کی فوج سے ہوا "ثُمَّ نَادٰى بِشِعَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ كَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَامُحَمَّدَاهُ" پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق نعرہ لگایا۔ اس وقت مسلمان یا محمداہ ﷺ کا نعرہ لگاتے تھے (البدایہ والنہایہ، جلد 6 ص 318)

☆ تاریخ فتوح الشام ص 298 میں ہے۔ دورانِ جنگ صحابیٔ رسول حضرت کعب بن حمزہ کی فوج پر حملہ ہوا تو اس وقت پکارتے "یامحمد یا محمد یا نصر الله انزل" اے محمد مصطفی ﷺ! اے محمد مصطفی ﷺ! اے اللہ کی مدد تشریف لاؤ۔

1= حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ

سواك عند حلول حادث العمم

اے بہترین مخلوق (ﷺ) آپ کے سوا میرا

کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں

2)......حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں لکھتے ہیں:

یا رحمة للعالمین ادرك لذين العابدين

محبوس ایدی الظالمین فی مو کب المددھم

یا رحمت للعالمین ﷺ، زین العابدین کی مدد کریں

وہ لوگوں کے ہجوم میں ظالموں کی قید میں ہے۔ (قصیدہ زین العابدین)

3)......امام جامی رضی اللہ عنہ کی ندا :

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یانبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحروماں چرفارغ نشینی

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔رحم فرماؤ یا نبی ﷺ

رحم فرماؤ کیا آپ رحمۃ للعالمین ﷺ نہیں پھر مجرموں سے فارغ کیوں بیٹھے ہیں۔

4)......امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ندا :

يا سيّد السادات جئتك قاصدًا ا رجو ارضاك وحتمي بحماك

اے سیّدوں کے سیّد! پیشواؤں کے پیشوا! ﷺ

میں دلی قصد سے آپ کے حضور میں آیا ہوں آپ کی مہربانی اورخوشنودی کی امید رکھتا ہوں اوراپنے آپ کوسب برائیوں سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

قرآن مجید، احادیث مبارکہ اوراکابر اولیاء اللہ سے اس بات کا ثبوت ملا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کولفظ ''یا'' کے ساتھ مخاطب کرنا جائز ہے بلکہ صحابہ کرام اوراولیاء کرام کی سنّت ہے۔

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے میں اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: قرآن وحدیث اورعلمائے اسلام کے اقوال کی روشنی میں اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں

القرآن: وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (سورۂ بقرہ آیت 143، پارہ 2)

القرآن: يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر (سورۂ احزاب آیت 45، پارہ 22)

القرآن: وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا

ترجمہ: اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں (سورۂ نساء آیت 41، پارہ 5)

القرآن: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں (سورۂ احزاب آیت 6 پارہ 21)

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم نور مجسم ﷺ تمہارے ہر عمل اور ہر ہر فعل کے گواہ ہوں گے (تفسیر ابن جریر، جلد 2، ص 6)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا وصال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ تمہارا اچھا عمل دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور تمہارا برا عمل دیکھ کر دعائے مغفرت کرتا ہوں (البحر الزخار، مسند البزار، جلد 5، ص 308-309 / البدایہ والنہایہ جلد 4، ص 257)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اُمّت کے ہر عمل و فعل پر گواہی دیں گے اور گواہی وہی دیتا ہے جو ہر عمل و فعل اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرتا ہو، بغیر دیکھے کوئی گواہی نہیں دیتا۔

منکرین کا الزام ہے کہ امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اور ان کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ ہر جگہ موجود ہیں، حالانکہ یہ بہت سنگین بہتان ہے۔

اسی کو بنیاد بنا کر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ اہلسنت (بریلوی) حضرات اپنی محافلوں میں

ایک خالی کرسی رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ محفل میں تشریف لا کر اس پر بیٹھیں گے، مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں اہلسنت (بریلوی) حضرات اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہوئے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہلسنت (بریلوی) اقامت کے دوران ''اشھدان محمدا رسول اللہ'' پر اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اس وقت تشریف لاتے ہیں۔

اہلسنت کا عقیدۂ حاضر وناظر

عقیدۂ اہلسنت کے مطابق حضور ﷺ کے لئے جو لفظ حاضر وناظر بولا جاتا ہے۔اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جزو میں ہوتی ہے۔اسی طرح روح دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری وساری ہے۔

جس کی بناء پر حضور ﷺ اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور اہل اللہ اکثر وبیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور ﷺ کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور ﷺ بھی انہیں رحمت اور نظر عنایت سے سرخرو ومحظوظ فرماتے ہیں۔گویا حضور ﷺ کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا سرکار ﷺ کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور ﷺ کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔

معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے روضہ مبارک میں حیات حسی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور پوری کائنات آپ ﷺ سامنے موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے کائنات کے ذرے ذرے پر آپ ﷺ کی نگاہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی عطا سے جب چاہیں، جہاں چاہیں جس وقت چاہیں، جسم وجسمانیت کے ساتھ تشریف لے جاسکتے ہیں۔

ہم محفل میلاد کے موقع پر کرسی حضور ﷺ کے لئے نہیں بلکہ علماء ومشائخ کے بیٹھنے کے لئے رکھتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کے وقت اس لئے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ باادب بارگاہ رسالت ﷺ میں سلام پیش کیا جائے اور ذکر رسول ﷺ کی تعظیم اور ادب کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور ہم ''اشہدان محمدا رسول اللہ'' پر نہیں بلکہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی آمد کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

بعد از وصال تصرف فرمانا

حدیث شریف: حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں۔ میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر انور گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (حسین کو شہید کردیا گیا ہے) میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک ہوا ہوں (ترمذی شریف، جلد دوم، ابواب المناقب، حدیث نمبر 1706، صفحہ نمبر 731، مطبوعہ فرید بک لاہور)

ف: حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک ہوا ہوں۔ اس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ بعد از وصال ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے حیات کی ضرورت ہے لہذا حضور ﷺ بعد از وصال بھی حیات ہیں۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور ﷺ وصال کے بعد بھی اپنے رب جل جلالہ کی عطا کی طاقت سے جب چاہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

حاضر وناظر کے متعلق اکابر شارحین اور علمائے اسلام کا عقیدہ

شارح بخاری علامہ امام قسطلانی علیہ الرحمہ اور شارح موطا علامہ امام زرقانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی ظاہری زندگی اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد اس میں کوئی فرق نہیں کہ آپ اپنی امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور آپ کو ان احوال و نیات و عزائم و خواطر و خیالات کی بھی معرفت و پہچان ہے اور اللہ کے اطلاع فرمانے سے یہ سب کچھ آپ پر ایسا ظاہر ہے جس میں کوئی خفیہ و پردہ نہیں (شرح مواہب اللدنیہ جلد 8 ص 305)

شارح مشکوٰۃ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ علماء امت میں سے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ بحقیقت حیات دائم و باقی اور اعمال اُمّت پر حاضر و ناظر ہیں اور متوجہان آنحضرت ﷺ کو فیض پہنچاتے اور ان کی تربیت فرماتے ہیں (حاشیہ اخبار الاخیار صفحہ نمبر 155)

اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں امتیازی فرق

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مستقل اور بالذات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت غیر مستقل اور عطائی نہیں، بندوں کی صفت مستقل اور بالذات نہیں بلکہ بندوں کی صفات غیر مستقل اور عطائی ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا رب کریم کی عطا سے ہے بالذات نہیں۔ جب آپ کی تمام صفات عطائی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات سے برابری کیسے جب ذاتی اور عطائی صفات میں برابری نہیں تو یقیناً شرک بھی لازم نہیں آئے گا۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنی کے لحاظ سے حاضر و ناظر کہا ہی نہیں جا سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے کوئی اسم گرامی حاضر و ناظر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو مجازی معنی کے لحاظ سے حاضر و ناظر کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حاضر کا حقیقی معنی یہ ہے کہ کوئی چیز کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے

ہو، جب اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں سے پاک ہے تو یقیناً اسے حقیقی معنی کے لحاظ سے حاضر نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"لا تدرکه الابصار" آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔

اسی طرح ناظر کا بھی اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ناظر مشتق ہے۔ نظر سے اور نظر کا حقیقی معنی یہ ہے:

النظر تقليب البصر والبصيرة لادراك الشئ ورؤية

کسی چیز کو دیکھنے اور ادراک کرنے کے لئے آنکھ اور بصیرت کو پھیرنا

حقیقی معنی کے لحاظ سے ناظر اسے کہتے ہیں جو آنکھ سے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ جب اعضاء سے پاک ہے تو حقیقی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا ممکن ہی نہیں، اسی وجہ سے لاينظر اليهم يوم القيمة کی تفسیر علامہ آلوسی نے روح المعانی میں یوں کی

لا يعطف عليهم ولا يرحم

کہ اللہ تعالیٰ کفار پر مہربانی اور رحم نہیں فرمائے گا۔

مقام توجہ

جب اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنی کے لحاظ سے حاضر و ناظر کہنا ہی ممکن نہیں تو واویلا کس بات کا کہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک لازم آئے گا۔ میں تو اکثر کہتا ہوں کہ ہمارے اللہ تعالیٰ کی شان بہت بلند و بالا ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مخلوق اور رب کریم کا محتاج سمجھ کر جتنی بھی آپ کی تعریف کریں، اللہ تعالیٰ سے برابری لازم نہیں آئے گی کیونکہ وہ معبود، خالق اور غنی ہے۔

ہاں ان کو فکر ہوسکتی ہے جن کے نزدیک خدا کا علم محدود ہے وہ معاذ اللہ مخلوق اور محتاج ہے۔

یقیناان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی زیادہ شان ماننے سے اللہ تعالیٰ کی برابری لازم آئے گی۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں کوئی فکر نہیں کیونکہ ہمارا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے متعلق شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''برتر از خیال او قیاس وگمان وہم'' اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو خیال وقیاس وگمان ووہم سے بالاتر ہے۔

اب فرق واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ مکان، جسم، ظاہر طور پر نظر آنے، حواس سے مدرک ہونے کے بغیر ہر جگہ شاہد وموجود ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے وہ حاضر ہے اور اپنے بندوں پر رحمت ومہربانی کرنے کے لحاظ سے وہ ناظر ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے مزار شریف میں اپنی جسمانیت کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ کی اُمَّت اور اس کے اعمال واحوال آپ کے سامنے ہیں۔ آپ اپنے حواس سے امت کے اعمال واحوال کو ادراک کر رہے ہیں۔

اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کی شان ناپسند ہو تو اس کا علاج تو کچھ نہیں ورنہ روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ جسم، مکان، حدوث وامکان حواس میں آنے اور حواس کے ذریعے ادراک کرنے سے پاک ذات اور جسم، مکان، حدوث، امکان حواس میں آنے اور حواس سے ادراک کرنے کی محتاج ذات میں کوئی محتاج برابری کا ذرہ بھر بھی تماثل نہیں۔

سوال: علم غیب سے متعلق اہلسنت کا کیا عقیدہ ہے؟ تفصیل سے جواب دیں؟

ہمارا عقیدہ: امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیب کا علم عنایت فرمایا۔ (ملفوظات ص 93، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

خود رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

القرآن: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ

ترجمہ: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں (سورۂ تکویر، آیت 24، پارہ 30)

☆تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت جلد چہارم میں 357 پر ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب آتا ہے، وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔

القرآن: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ (سورۂ جن آیت 26 / 27، پارہ 29)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں ہی کو آگاہ فرماتا ہے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کردیتا ہے۔

القرآن: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

(سورہ آل عمران، آیت 179، پارہ 4)

ترجمہ: اللہ کی شان نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

القرآن: تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ

(سورۂ ہود آیت 49، پارہ 12)

ترجمہ: اے محبوب! یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

القرآن: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ

ترجمہ: اے محبوب! یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں

(سورۂ آل عمران آیت 44 پارہ 3)

حدیث شریف: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن رسول پاک ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کی ہمیں خبر دی۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا (ترمذی جلد دوم، ابواب الفتن، رقم الحدیث 68، ص 44، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

2: سرکار اعظم ﷺ نے قیامت تک کی ہونے والی ہر چیز کی خبر دی تو میں نے (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے) ہر چیز کو دریافت کئے بغیر نہیں چھوڑا (مسلم شریف)

3: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں تمام زمین کو دیکھ لیا۔ (مسلم شریف)

4: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا (قیامت کے قریب) اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا بھیجے گا' جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی' اس وقت جس شخص کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ ''ہوا'' اس کی (روح) قبض کر لے گی۔ (مسلم شریف)

5: ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ (مسلم شریف)

6: سرکار اعظم ﷺ نے ایک قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری امت میں پیدا ہوگی وہ مخلوق کی بدترین قسم ہوں گے۔ (مسلم شریف)

7: سرکار اعظم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آخری زمانے میں ایسی قوم پیدا ہوگی

جن کی عمر اور شعور کم ہوگا۔ (مسلم شریف)

8: سرکار اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ (خلافت) اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک لوگوں میں بارہ خلفاء پیدا نہ ہوجائیں۔ (مسلم شریف)

9: ان فتنوں کے آنے سے پہلے نیک اعمال کرلو حالتِ ایمان میں صبح کرنے والا شخص شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا یا شام کے وقت مومن رہنے والا شخص صبح کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔ (مسلم شریف)

10: ایک انصاری نے رات کے وقت اپنے مہمان کی خدمت کی صبح سرکارِ اعظم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا تمہاری کل کی رات مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی۔ (مسلم شریف)

11: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری بعثت سے پہلے مکہ میں موجود ایک پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا اور اسے میں آج بھی پہچانتا ہوں۔ (مسلم شریف)

12: سرکار اعظم ﷺ ''حر پہاڑ'' پر موجود تھے۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی۔ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: اے حر! رک جا! کیونکہ تیرے اوپر صرف نبی یا صدیق یا شہید موجود ہیں۔ (مسلم شریف)

13: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار کا اتنا حصہ کھل گیا اور پھر راوی نے اپنی انگلی کے ذریعہ نوے کا نشان بنا کر دکھایا۔ (مسلم شریف)

14: ایک مرتبہ سرکار اعظم ﷺ مدینہ منورہ کی ایک چھت پر چڑھے اور پھر فرمایا جو میں دیکھ رہا ہوں کیا تم وہ دیکھ رہے ہو؟ میں فتنوں کو اس طرح نازل ہوتے دیکھ رہا ہوں جیسے تمہارے گھروں میں بارش کے قطرے گرتے ہیں۔ (مسلم شریف)

15: سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے جتنی زمین سمیٹ گئی میری اُمّت کی حکومت

وہاں تک ہوگی۔(مسلم شریف)

16: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: عنقریب دریائے فرات سے سونے کا ایک خزانہ نکلے گا جو شخص وہاں موجود ہوگا وہ اس میں سے کچھ حاصل نہ کرے۔(مسلم شریف)

17: سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپ کا رخ اس وقت مشرق کی طرف تھا' فرمایا فتنہ یہاں سے ہوگا' فتنہ یہاں سے ہوگا' فتنہ یہاں سے ہوگا' جہاں سے شیطان کے سینگ نکلتے ہیں۔(مسلم شریف)

18: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قبیلہ دوس کی عورتیں ''ذوالخلصہ'' کا طواف نہیں کریں گی۔(مسلم شریف)

19: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا (قیامت سے کچھ پہلے) حبشہ سے تعلق رکھنے والا چھوٹی پنڈلیوں کا مالک شخص خانہ کعبہ کو منہدم کردے گا۔(مسلم شریف)

20: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ''قحطان'' سے وہ شخص نہیں نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی کے ذریعہ ہانک کرلے جائے گا۔(مسلم شریف)

21: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: رات اور دن اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے جب تک ''جہجاہ'' نامی بادشاہ نہ بن جائے۔(مسلم شریف)

22: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان ترک قوم کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے جن کے چہرے ڈھلی ہوئی ڈھال کے مانند ہوں گے۔ یہ لوگ بالوں سے بنا ہوا لباس اور بالوں سے بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہوں گے۔(مسلم شریف)

23: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسا خلیفہ ہوگا جو گنتی کئے بغیر مال تقسیم کرے گا۔(مسلم شریف)

24: سرکارِ اعظم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے

گا۔(مسلم شریف)

25: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔(مسلم شریف)

26: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجالوں کو (زمین پر) بھیج نہ دیا جائے گا ان میں ہر شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ (مسلم شریف)

27: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا: دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''ک ف ر'' یعنی (کافر) لکھا ہوگا۔(مسلم شریف)

28: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا دیکھنا اس جگہ ہے (یعنی قبلہ) اللہ کی قسم تمہارے رکوع اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں اور بلاشبہ تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔(بخاری شریف)

29: سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا جنت میرے قریب کی گئی یہاں تک کہ اگر میں دلیری کرتا تو جنگ کے انگور میں سے ایک خوشہ انگور توڑ کر تمہارے پاس لاتا اور جہنم بھی میرے قریب کی گئی۔(بخاری شریف)

30: میری اُمّت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا' ان کی مغفرت فرمادی گئی ہے۔(بخاری شریف)

31: غزوۂ خیبر کے دن سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔(بخاری شریف)

32: جب سرکارِ اعظم ﷺ کے سامنے جبل احد آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔(بخاری شریف)

33: سرکار اعظم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک کان میں اپنے وصال کی خبر دی اور دوسرے کان میں سب سے پہلے خاندان میں ملاقات کی خبر دی۔ (بخاری شریف)

34: میرا بیٹا حسن سردار ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ دو جماعتوں کے درمیان صلح فرمائے گا۔ (بخاری شریف)

35: حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی تیز آندھی چلی کہ سوار شخص بھی (ریت میں) دفن ہونے کے قریب پہنچ جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس آندھی کو کسی منافق کی موت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے (تو پتہ چلا) کہ منافقین کا ایک سرغنہ مرگیا ہے (مسلم شریف جلد 3، کتاب صفات المنافقین واحکامہم، رقم الحدیث 6911، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

36: حدیث شریف: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھ کر خوش ہونا چاہے وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے (ترمذی، جلد دوم، ابواب المناقب، حدیث 1672، ص 719، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

یہ تمام احادیث حضور ﷺ کے عطائی علم غیب پر دلالت کرتی ہیں۔

مسئلہ علم غیب اور علمائے اسلام

☆ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ نبی اور رسول میں ایک اعتبار سے فرق ہے، لیکن دونوں نبوت میں شریک ہیں جس کے معنی غیب پر مطلع ہونا ہے (کتاب الشفاء جلد اول ص 161، مطبوعہ ملتان)

☆ امام ابن الحاج علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ اُمّت کا مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات پر آگاہ ہونے میں نبی پاک ﷺ کی حیات اور وفات میں فرق نہیں ہے۔ یہی سب کچھ آپ ﷺ کے سامنے ظاہر ہے اور اس میں کچھ خفا (چھپا ہوا) نہیں ہے (المدخل جلد اول، ص 252، مطبوعہ بیروت)

☆ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی کی ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ آئندہ ہونے والے غیبی امور کا ادراک کرتے ہیں اور لوح محفوظ کے مندرجات کا مطالعہ کرتے ہیں (فتح الباری جلد 16، ص 21، مطبوعہ مصر)

☆ امام بوصیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ'' اس کی شرح میں امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ لوح و قلم کا علم، حضور ﷺ کے علم کی سطروں میں سے ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہے

(الزبدۃ العمرۃ ص 117، مطبوعہ سندھ)

☆ فعلمت ما فی السموات الارض...... اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کلی اور جزئی علوم حاصل ہو گئے اور سرکار ﷺ نے ان کا احاطہ کرلیا۔ (اشعۃ للمعات (فارسی) جلد اول ص 333، مطبوعہ سکھر سندھ)

☆ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ بیداری یا خواب میں آئندہ ہونے والی غیبی چیزیں جان لیتے ہیں، اس صفت کے ذریعے وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں، لہذا وہ اس غیبی امور کو دیکھ لیتے ہیں (احیاء العلوم جلد 4، ص 194، مطبوعہ بیروت)

☆ امام بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابن کیسان نے فرمایا ''خلق الانسان'' O یعنی محمد مصطفی ﷺ کو پیدا فرمایا: علمہ البیان O انہیں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے، اس کا بیان

سکھایا، کیونکہ حضور ﷺ اولین وآخرین قیامت کے بارے میں بیان فرماتے تھے (مواہب اللدنیہ مع زرقانی جلد 7، ص 229)

☆ امام زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ متواتر احادیث سے ثابت ہے اور ان کے معانی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو غیب پر اطلاع ہوتی تھی، جیسے کہ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد 7، ص 229)

اعتراضات کے جوابات

علم غیب کے بارے میں معترضین اس کا انکار کرتے ہیں اور مختلف قسم کے دلائل سے علم غیب کی نفی ثابت کرتے ہیں چنانچہ ان کے اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

اعتراض: ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الغیروما مسنی السوء

ترجمہ: اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو پھر بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچی۔

اعتراض: لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب

(سورۂ ہود آیت 31 پارہ 12)

ترجمہ: اور میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں۔

ان آیات کے مفسرین کرام نے کئی جوابات دیئے ہیں:

1۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں خود سے غیب کی بات جان سکتا تو پھر بھلائیاں حاصل کر لیتا مگر میں جو کچھ جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتا ہوں۔

2: دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا علم غیب کی نفی فرمانا آپ کی عاجزی وانکساری ہے ورنہ مسلم شریف کی حدیث گواہ ہے جب برسرِ منبر آپ ﷺ نے فرمایا تھا جو پوچھنا ہے پوچھ لو' اس وقت تک منبر سے نیچے نہ اتروں گا' جب تک تمہارے سوالات کے جوابات نہ دے دوں۔

سوال: کیا حضور ﷺ کا نور ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

جواب: اسلامی عقائد میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نور کے پیکر ہیں مگر اس دنیا میں بشری لبادے میں تشریف لائے لہذا رسول پاک ﷺ بھی نور ہیں۔ آپ ﷺ کا نور ہونا آپ ﷺ کی حقیقت ہے اور بشریت آپ ﷺ کی صفت ہے لہذا ہمیں رسول پاک ﷺ کی بشریت اور نورانیت دونوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

القرآن: قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (سورۂ مائدہ آیت 15، پارہ 6)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

تفسیر ابن عباس صفحہ 72، تفسیر کبیر صفحہ 396 جلد سوم، تفسیر خازن صفحہ 417، جلد اول، تفسیر مدارک صفحہ 470، جلد اول، تفسیر روح المعانی جلد 6، ص 87، تفسیر روح البیان، جلد اول، صفحہ نمبر 548، تفسیر درمنثور جلد سوم، صفحہ 231، تفسیر ابن جریر سمیت تمام معتبر تفاسیر میں مفسرین نے اس آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ کی ذات لی ہے۔

القرآن: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (سورۂ نور)

آیت 35 پارہ 18)

ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔

القرآن: یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ

(سورۂ صف، آیت 8 پارہ 28)

ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

القرآن: یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ (سورۂ توبہ، آیت 32 پارہ 10)

ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

نورِ مصطفی ﷺ تخلیق اوّل ہے

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر رضی اللہ عنہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا (مواہب اللدنیہ، زرقانی شریف، جلد اول، ص 42)

نبی کو اپنی طرح بشر سمجھنا کفار کا طریقہ ہے:

سب سے پہلے نبی کو بے ادبی کی نیت بشر کہنے والا شیطان تھا' حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں شیطان نے کہا:

القرآن: قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ

ترجمہ: بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدوں کروں (سورۂ حجر آیت 33)

معلوم ہوا کہ نبی کو حقارت اور بے ادبی سے بشر کہنے کا آغاز شیطان نے کیا پھر اس کے چیلے کفار و مشرکین بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے۔

چنانچہ حضرت نوح' حضرت صالح' حضرت ہود علیہم السلام کی قوم کے کافروں نے ان سے کہا:

قَالُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا

ترجمہ: تم تو ہم ہی جیسے بشر ہو (سورۂ ابراہیم آیت 10)

القرآن: وَمَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا

ترجمہ: تم تو نہیں مگر ہم جیسے بشر (سورۂ شعراء آیت 186)

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی طرح بشر کہنا اور سمجھنا شیطان کے پیروکاروں کا طریقہ ہے' مومنوں کا طریقہ نہیں ہے۔

پھر حضور ﷺ نے اپنے آپ کو بشر کیوں کہا؟

رسول پاک ﷺ کا اپنے آپ کو بشر کہنا یہ آپ ﷺ کی عاجزی و انکساری ہے، جیسے کوئی حاکم وقت اپنی رعایا سے کہے کہ میں تو آپ کا خادم ہوں۔ خادم کہنا حاکم وقت کی عاجزی و

انکساری ہے۔اس طرح کہنے سے وہ خادم ہرگز نہ ہوگا۔حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے بشر کہلوایا، خودرب کریم نے بشر نہ کہا۔تا کہ لوگ خدا نہ سمجھیں اور نوری بشر بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ لوگ اپنی طرح نہ سمجھیں۔

نبی ﷺ ہمارے جیسے نہیں

حدیث شریف: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پے در پے متواتر روزے نہ رکھو اور تم میں سے جب کوئی متواتر روزے رکھنا چاہے تو سحری تک رکھ سکتا ہے۔لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ متواتر روزے رکھتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا۔میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔میں رات گزارتا ہوں۔ مجھے کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے (بخاری شریف،عربی' کتاب الصوم' حدیث نمبر 1963 'ص 315 'مطبوعہ دارالسلام' ریاض سعودی عرب)

نورانیت کے متعلق علمائے اسلام کے اقوال

1......تفسیر روح المعانی میں علامہ امام آلوسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ عظیم نور اور نوروں کا نور ہیں۔

2......امام شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ پس اگر تم سمجھو تو آپ ﷺ نور علیٰ نور ہیں کیونکہ نور وہی ہوتا ہے جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کردے۔

3......حضرت شاہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ حدیقہ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں فرماتے ہیں کہ تحقیق ہر شے حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی جیسا کہ احادیث صحیح اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

4......امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ کتاب الشفاء جلد اول ص 243 پر فرماتے ہیں کہ ذکر کیا گیا ہے آپ ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ ﷺ نور ہیں۔

5......امام قسطلانی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مبارک اور ابن جوزی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا اور جب آپ سورج کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کا نور اس پر غالب آ جاتا (زرقانی شرح مواہب، جلد 4، ص 22)

6......شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوت میں نقل فرماتے ہیں کہ بہرحال حضور ﷺ مخلوق میں سے اول ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے) کہ سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، وہ میرا نور ہے اور نبوت میں آپ ﷺ اول اس لئے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

7......امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خالص نور بنایا ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا (افضل القریٰ)

سرور کونین ﷺ کی تخلیق نور سے ہے مگر آپ دنیا میں بشری لبادے میں نوری بشر بن کر جلوہ گر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں جس کا ثبوت احادیث ہیں کہ آپ ﷺ اندھیری دیوار کے سامنے کھڑے ہوجاتے تو وہ چمکنے لگتی' چراغ بجھ گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے نور کی روشنی میں گم شدہ سوئی کو تلاش کرلیا' آپ کا سایہ نہ تھا اور آپ مسکراتے تو نور کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ یہ سب کمالات نوری بشر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ عام بشر میں یہ نورانیت کہاں؟

سرورکونین نور مجسم ﷺ کا سایہ نہ ہونے پر علمائے اُمّت کے ارشادات

1= حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا' چراغ کی روشنی میں' مگر یہ کہ حضور ﷺ کے تابش نور نے اس چمک کو پالیا (امام جوزی علیہ الرحمہ' کتاب الوفا' جلد 2' ص 407)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ صرف معنوی نور ہی نہیں ہیں' حِسّی نور بھی ہیں۔

2= امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس باب میں حکیم ترمذی کے حوالے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں کہ سرور دوعالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا' دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔

اس کے بعد محدث ابن سبع کا یہ ارشاد لائے ہیں۔

نبی پاک ﷺ کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور ہیں۔ اس لئے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے' آپ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا' بعض علماء نے کہا کہ اس کی شاہد (گواہ) وہ حدیث ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور بنا دے (خصائص الکبریٰ' جلد 1' ص 68' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد)

3= امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف ''انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

ص 53 پر فرماتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ کا سایہ نظر نہیں آیا' نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

4=امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے وہ بات ہے جو بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندی میں' اس لئے کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ (کتاب الشفاء جلد اول' ص 243)

5=امام احمد بن قسطلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا (مواہب اللدنیہ (مع زرقانی) جلد 4' ص 253)

6= گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا: حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا (مدارج النبوۃ' جلد 1' ص 21)

7= تیرہویں صدی کے مجدد امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے اور چونکہ پورے جہان میں آپ ﷺ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے' تو آپ کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے (مکتوبات امام ربانی حصہ نہم' دفتر سوم' ص 153' مطبوعہ لاہور)

8=علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ نے امام ابن مبارک اور ابن جوزی کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا (شرح شمائل ترمذی' جلد اول' ص 47)

9=حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سورۂ والضحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی' فارسی' ص 312 مطبوعہ مصر)

✪ تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نوری بشر ہیں اور کسی اعتبار سے بھی رسول

ہمارے جیسے نہیں بلکہ بے مثل و بے مثال ہیں۔ ہم حضور ﷺ کی بشریت کا انکار نہیں کرتے، نہ ہی ہمارے امام کا یہ عقیدہ ہے بلکہ ہمارے امام کا ارشاد ہے:

امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مطلقاً حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 67)

سوال: کیا انبیاء کرام علیہم السلام بعد از وصال حیات ہیں؟ ان کا حیات ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: انبیاء کرام علیہم السلام کا وصال کے بعد حیات ہونا احادیث اور علمائے اُمّت کے اقوال سے ثابت ہے۔ وعدۂ الٰہیہ کے تحت فقط ایک لمحہ ان کو موت آتی ہے اس کے بعد ان کو ایسی حیات دی جاتی ہے جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے تمام دنوں میں جمعہ کا روز سب سے افضل ہے کہ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا گیا اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اِسی میں سب بے ہوش ہوں گے۔ پس اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! اس وقت بھلا ہمارا درود پڑھنا کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپ ﷺ گل چکے ہوں گے؟ یعنی مٹی ہو چکے ہوں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے (ابو داؤد، جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، حدیث نمبر 1034، ص 399، مطبوعہ فرید بک لاہور پاکستان)

حدیث شریف: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا "اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ، فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ، لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان" "جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یوم مشہود ہے (کیونکہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جو آدمی مجھ پر درود پڑھے، اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وبعد وفاتی، ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" (ہاں) میرے وصال کے بعد بھی (تم یہ عمل جاری رکھو) بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء (علیہم السلام) کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔ (ابن قیم، کتاب جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیرالانام، حدیث 108 ص 63)

حدیث شریف: ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ سے پوچھا گیا کہ جو آپ پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے۔ کیا یہ سب درود آپ کو پیش کئے جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "اسمع صلاۃ اھل محبتی واعرفھم" "میں اہل محبت کا درود خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا (بھی) ہوں (دلائل الخیرات، ص 18)

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 6158، ص 1044، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

اس عقیدے کے متعلق علمائے اسلام کی تائیدات

1: علامہ سبکی علیہ الرحمہ شفاء السقام میں لکھتے ہیں۔شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے۔زندگی اوررزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جوان کے ہم مرتبہ نہیں اورانبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے۔اس لئے کہ وہ جسم وروح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی اور ہمیشہ رہے گی (شفاء السقام، الفصل الرابع من الباب التاسع، ص 206، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 432، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور، پنجاب)

2: عمدۃ الاعتقاد میں حضرت عبداللہ ابن احمد بن محمود نسفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ہر مومن انتقال کے بعد بھی حقیقتاً مومن ہی ہوتا ہے جیسا کہ سونے کی حالت میں مومن تھا اوراسی طرح رسل وانبیاء کرام علیہم السلام اپنی وفات کے بعد حقیقتاً رسل وانبیاء کرام علیہم السلام ہی ہوتے ہیں۔اس لئے کہ روح نبوت اورایمان کے ساتھ متصف ہوتی ہے اوروہ موت کے سبب تبدیل نہیں ہوتی (تفسیر روح البیان، پارہ 17، سورۂ انبیاء، تحت آیۃ 35، جلد 5، ص 478)

3: محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح فتوح الغیب ص 333 پر تحریر فرماتے ہیں۔حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ اور باقی اورعمل درآمد فرمانے والے ہیں۔اسی میں کسی کو شک وشبہ نہیں۔

4: امام ابن الحاج مدخل میں اورامام قسطلانی مواہب اللدنیہ جلد دوم ص 387 فصل ثانی زیارت قبر شریف میں فرماتے ہیں۔ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی اوروفات میں کوئی فرق نہیں۔سرکار کریم ﷺ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اوران کے حالات ونیات اور

ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ یہ سب حضور ﷺ پر بالکل عیاں ہیں، اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

5: علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلانی حنفی علیہ الرحمہ اپنی کتاب نورالایضاح ومراقی الفلاح میں فرماتے ہیں اور محققین علماء کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ ہے کہ سید عالم نور مجسم ﷺ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کو جملہ لذائذ وعبادات کا رزق دیا جاتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے آپ ﷺ چھپے ہوئے ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

6: علامہ قونوی علیہ الرحمہ سے جذب القلوب میں نقل ہے کہ انہوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ مردوں کو ادراک وسماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لئے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی حیات شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیات انبیاء علیہم السلام حیات شہداء سے زیادہ کامل ہے (جذب القلوب باب چہاردہم، منشی نولکشور لکھنؤ، ص 206، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 798، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

7: علامہ ابن حجر ہیثمی مکی علیہ الرحمہ فتاویٰ حدیثیہ ص 256 پر نبی پاک ﷺ کی بیداری میں زیارت کے جواز اور درستگی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثُمَّ رَأَيْتَ ابْنَ الْعَرَبِي صَرَّحَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ اَنَّهُ لَا يَمْتَنِعُ رُؤْيَةُ ذَاتِ النَّبِي ﷺ بِرُوحِهٖ وَ جَسَدِهٖ لِاَنَّهُ وَسَائِرَ الْاَنْبِيَاءِ اَحْيَاءٌ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا وَ اُذِنَ لَهُمْ فِي الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَالتَّصَرُّفِ فِي الْمَلَكُوْتِ العَلْوِيْ وَالسُّفْلِيْ وَلَا مَانِعَ مِنْ اَنْ يَّرَاهُ كَثِيْرُوْنَ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ لِاَنَّهُ كَالشَّمْسِ وَاِذَا كَانَ الْقُطْبُ يَمْلَأُ الْكَوْنَ

كَمَا قَالَ التَّاجُ ابْنُ عَطَاءِ اللهِ فَمَا بَالُكَ بِالنَّبِيِّ ﷺ

یعنی پھر میں نے ابن العربی کو دیکھا کہ انہوں نے بھی اس کی تصریح کی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ کی ذات اقدس کا دیدار اور روح جسم سمیت ممتنع نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں۔ ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد پھر ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اور انہیں قبروں سے باہر آنے اور عالم بالا اور عالم اسفل میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس میں کوئی امر مانع نہیں کہ بہت سے لوگ آپ ﷺ کا ایک ہی وقت میں مشاہدہ کریں کیونکہ آپ ﷺ سورج کی مانند ہیں اور جب قطب پورے جہاں کو بھر سکتا ہے جیسے کے تاج ابن عطاء اللہ نے فرمایا ہے تو نبی ﷺ کا کیا مرتبہ و مقام ہوگا یعنی یقیناً آپ ﷺ کا مقام انتہائی ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص 256)

8: حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ (متوفی 505ھ) نماز کے ہر عمل کے وقت حضورِ قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے نمازیو! جب تم حالت نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے السلام علیک ایہاالنبی پر پہنچو۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَاحْضُرْ فِيْ قَلْبِكَ النَّبِيِّ ﷺ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَ قُلْ وِلِيَصْدُقُ اَمَلَكَ فِيْ اَنَّهُ يَبْلُغُهُ وَيَرَدُّ عَلَيْكَ مَاهُوَ اَوْفٰى مِنْه

یعنی تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو حاضر سمجھ کر عرض کرے۔ نبی محترم! آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات کی امید بھی رکھو کہ ہمارا سلام آپ ﷺ کی بارگاہ پر پہنچتا ہے اور آپ اس کو بہتر جواب سے نوازتے ہیں۔ (بحوالہ: احیاء علوم الدین، جلد اول، ص 99)

9: امام علاءالدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح دُرّ مختار میں رقم طراز ہیں:

وَيَقْصِدُ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِ (الْإِنْشَاءِ) كَأَنَّهُ يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهِ وَعَلٰى نَفْسِهِ وَاَوْلِيَائِهِ لَا الْإِخْبَارَ عَنْ ذٰلِكَ، وَظَاهِرُهُ اَنَّ ضَمِيرَ عَلَيْنَا لِلْحَاضِرِينَ لَا حِكَايَةَ سَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی

یعنی نمازی الفاظ تشہد کے معانی کا ارادہ کر کے ان کو بطریق ان شاء کہے تو یا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر کی حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شب معراج ہوا۔ (الدرالمختار، جلد اول، ص 177)

10۔ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ، شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سَمِعْتُ سَيِّدِیْ عَلِیَّ الْخَوَّاصَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ لِلْمُصَلِّیْ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی التَّشَهُّدِ لِيُنَبِّهَ الْغَافِلِيْنَ فِیْ جُلُوْسِهِمْ بَيْنَ يَدَیِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى شُهُوْدٍ فِیْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّهُ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا فَيُخَاطِبُوْنَهُ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً

یعنی میں نے سیدی علی خواص علیہ الرحمہ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرما دی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے (بحوالہ: کتاب المیزان، ص 145)

11: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہمعات میں لکھتے ہیں۔ اولیائے اُمّت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت جس کے بعد تمام راہ عشق موکدترین طور پر اسی نسبت کی

اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے۔حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ہیں۔اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں (ہمعات، ہمعہ 11، اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد، ص 61، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 806، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

12: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب فیوض الحرمین ص 28 پر تحریر فرماتے ہیں۔دیکھا میں نے آنحضرت ﷺ کو اکثر امور میں بار بار اصلی صورت مقدسہ میں حالانکہ میری پوری خواہش یہ تھی کہ حضور ﷺ کو عالم روحانیت میں دیکھوں، نہ کہ جسمانیت میں، پس میں سمجھ گیا کہ یہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے کہ روح کو صورت جسم میں فرمادیں اور وہی بات ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء مرتے نہیں (بلکہ زندہ رہتے ہیں) اور قبروں میں نماز پڑھتے اور حج کیا کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔

13: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب درثمین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں بیمار تھا۔ حضور ﷺ نے خواب میں اپنی زیارت سے نوازا اور مجھ سے حال دریافت فرمایا کہ بیٹا کیسی طبیعت ہے۔شفایابی کی بشارت دے کر دو موئے مبارک اپنی ریش پاک سے عطا فرمائے۔ میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔سارا مرض دور ہو گیا اور دو عدد بال شریف جو حضور ﷺ نے عنایت فرمائے تھے، بیداری کے بعد ان کے پاس موجود رہے۔پھر حضرت والد صاحب نے ایک بال شریف مجھ کو عنایت فرمایا جو میرے پاس اب تک موجود ہے۔

14: امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلی علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

رسول پاک ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروز دنیا کے زمانہ میں تھے۔ان کی موت ایک آن کے لئے تصدیق وعدہ الٰہیہ "کل نفس ذائقة

الموت‘‘ (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے) (پارہ 2 آیت 185 سورۂ بقرہ) کے واسطے ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیات حقیقی جسمانی و دنیاوی زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، مجالس خیر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 612، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

سوال: وسیلہ کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟

جواب: وسیلہ وِسَل سے مشق ہے جس کے معنیٰ طالب کو مطلوب تک پہنچائے‘ قرب حاصل کرنا

سوال: جب اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو ہمیں اس کی طرف وسیلہ پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (سورۂ ق‘ آیت 16)

اور ہم اس (انسان) کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ (سورۂ بقرہ آیت 186)

اور (اے محبوب) جب بندے میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو (آپ فرمادیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں۔

’’میں ان سے قریب ہوں‘‘ کا ارشاد واضح کررہا ہے کہ رب اپنے بندوں کے قریب ہے مگر بندے اس کے قریب نہیں۔ اگر بندے قریب ہوتے تو رب کے متعلق اس طرح نہ پوچھتے؟

اگر بندے قریب ہوتے تو عبادات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیوں کرتے؟

اگر بندے قریب ہوتے تو بخاری شریف حدیث قدسی میں یہ ارشاد نہ ہوتا کہ بندہ نوافل

کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میری رحمت اس کے ہاتھ بن جاتی ہے؟

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے قریب ہے مگر ہر بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں ہے اس لئے بندے کو اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے نیک ہستیوں کا وسیلہ تلاش کرنا چاہئے۔

سوال: کیا غیر اللہ کا وسیلہ پکڑنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے بلکہ خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

القرآن: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

(سورۂ مائدہ' آیت 35)

سوال: وابتغوا الیه الوسیلة سے مراد اعمال صالحہ کا وسیلہ ہے؟

جواب: ساری زندگی عبادت کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے اعمال مقبول ہیں مگر ہر اُمّتی کا اس بات پر ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ' انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ جن اعمال کی قبولیت میں شک ہو' ان کا وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے تو جو ہستیاں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہیں۔ ان کا وسیلہ کیسے ناجائز ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ کی دنیا میں آمد سے قبل بھی لوگ آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگ کر دشمنوں پر فتح پاتے تھے۔ قرآن مجید کی آیت سے یہ ثابت ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

الْكَافِرِيْنَ

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب آئی جو ان کے پاس (موجود) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے یہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں کے خلاف فتح مانگتے تھے تو جب ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی تشریف لے آیا تو اس کے منکر ہو گئے تو اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر۔ (سورۂ بقرہ' آیت 89' پارہ 1)

شانِ نزول: اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر جلد اول ص 599 اور صاحب تفسیر جلالین' جلالین شریف جلد اول ص 115 پر فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ کی دن میں تشریف آوری اور قرآن کریم کے نازل ہونے سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لئے حضور پُرنور ﷺ کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْ بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جا رہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے' اب جب وہ نبی تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہی حضور پُرنور ﷺ کے توسل سے دعائیں مانگی جاتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے پہلے بھی مخلوق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ظاہری حیات مبارکہ میں بھی جاری رہا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان' آپ ﷺ کے وسیلے سے دعائیں مانگتے تھے۔

نبی پاک ﷺ نے بھی وسیلہ سے دعا مانگنے کی تعلیم دی

حدیث شریف = حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نابینا شخص نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے شفا عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ چاہو تو صبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس نے عرض کیا دعا فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ

(ابن ماجہ، جلد اول، باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ، حدیث 1443، ص 396، مطبوعہ فرید بک لاہور)

یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی رحمت کے وسیلہ سے حاضر ہوں۔ اے محمد ﷺ میں اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ اے اللہ جل جلالہ! میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ امام ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

✪ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ابھی مجلس برخاست نہ ہوئی اور نہ ہی زیادہ دیر ہوئی تھی

حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ کَاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ بِهٖ ضَرٌّ قَطُّ

(وہ شخص آیا گویا کبھی وہ نابینا تھے ہی نہیں)

(بحوالہ: عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول من ذہب بصرہ، حدیث 233)

✪ مشہور محدث امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ترمذی کے مطابق نقل کی "فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَبَرِئَ" (اس نابینا نے اس طرح عمل کیا تو اسے شفا نصیب ہوگئی) (بحوالہ: مسند احمد، جلد چہارم، ص 134)

✪ امام حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ" (یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے) (بحوالہ: المستدرک، کتاب صلاۃ التطوع، ص 1180)

✪ امام ابوذکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ (متوفی 676ھ) نے "باب اذکار صلاۃ الحاجۃ" کے تحت اسے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا اور لکھا "قَالَ التِّرْمَذِی حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ" (امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے) (بحوالہ: کتاب الاذکار، ص 216)

یہ واقعہ متعدد کتب حدیث میں موجود ہے جن کے نام یہ ہیں

1۔ المعجم الصغیر للطبرانی
2۔ دلائل النبوۃ للبیہقی
3۔ الترغیب والترہیب المنذری
4۔ مجمع الزوائد للہیثمی
5۔ المستدرک للحاکم
6۔ مسند احمد

سوال: کیا بعد از وصال بھی حضور ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی گئی؟

جواب: جی ہاں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بعد از وصال بھی سرکار ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی۔

✺ امام سلیمان بن احمد طبرانی رضی اللہ عنہ (متوفیٰ 360) اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور نہ اس کے کسی کام کی طرف دھیان دیتے ایک دن اس کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو اس نے معاملہ بتایا تو میں نے اس سے کہا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرو اور یوں دعا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنے نبی رحمت محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (ﷺ) میں آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہو رہا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری فرما دے۔

پھر اپنی حاجت کا تذکرہ کرو اور میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ جاؤں اس شخص نے جا کر میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اس عمل کو کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ دربان نے ان کا دروازہ کھول دیا اور انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام بتایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا۔ اس وقت تک مجھے آپ کا کام یاد نہ رہا جب بھی کام ہو میرے پاس آ جایا کرو۔

پھر اس شخص کی ملاقات حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے کام کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی اس معاملہ کی طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ تم نے ان کے ہاں میری سفارش کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی قسم! میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تمہاری کوئی سفارش نہیں کی۔ ہاں ہم ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنے نابینا پن کے بارے میں عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا صبر کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! میرا کوئی معاون نہیں اور میرے لئے بڑی مشکل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وضو خانے جاؤ' وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابھی ہم مجلس سے الگ ہوئے نہ تھے اور نہ ہی طویل گفتگو ہوئی تھی کہ وہ نابینا شخص آ گیا کہ پہلے نابینا ہی نہ تھا۔

امام طبرانی رضی اللہ عنہ نے نقل کر کے لکھا۔

ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ (یہ حدیث صحیح ہے)

(بحوالہ: المعجم الکبیر' جلد اول' ص 183)

✪ امام محمد بن جزری علیہ الرحمہ (متوفی 833ھ) نے امام ترمذی سے نسائی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے دعائے حاجت اپنی کتاب حصن حصین کے صفحہ نمبر 205 پر یوں نقل کی جسے حاجت پیش آئے' وہ وضو کرے اور اچھی طرح کرے' دو رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دعا کرے۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی رحمت ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوں۔ اے محمد ﷺ میں اپنی حاجت کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ (حصن حصین ص 255' مطبوعہ' تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور' کراچی)

✪ حضرت امام احمد بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ (متوفی 311ھ) نے روایت میں اضافہ بھی نقل کیا: وَاِنْ کَانَتْ حَاجَةٌ فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِکَ

(اگر کبھی ضرورت پڑے تو ایسا کرلیا کرو) (بحوالہ: تاریخ ابن ابی خیثمہ' بحوالہ مصباح الزجاجۃ)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی:

حدیث شریف: اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ اِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ اللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِیْنَا، وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَیُسْقَوْنَ

(بخاری' کتاب الاستسقاء' حدیث نمبر 1009' ص 1629' مطبوعہ دارالسلام' ریاض سعودی عرب)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کے چچا) کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے اے اللہ تعالیٰ! تیری بارگاہ میں ہم اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو' تو ہم پر رحمت کی بارش برسا دیا کرتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کے چچا جان کا وسیلہ لے کر آئے ہیں۔ ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ فرماتے ہیں' ان پر بارش برس پڑتی۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابو صالح کی روایت کردہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ منبر پر کھڑا کیا اور پہلے خود اس طرح دعا مانگی کہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا تَوَجَّھْنَا اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ، فَاسْقِنَا الْغَیْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا

مِنَ الْقَانِطِيْنَ

یعنی اے اللہ تعالیٰ! ہم سب تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں لہذا تو ہم لوگوں کو بارش سے سیراب فرمادے اور ہم کو ناامید نہ فرما۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوالفضل! تم بھی دعا مانگو۔

حافظ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852) لکھتے ہیں کہ امام زبیر بن بکار علیہ الرحمہ نے سند کے ساتھ الانساب میں اس واقعہ کی تفصیل میں نقل کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یوں دعا کی۔

اللّٰھُمَّ اَنّہُ لَمْ یَنْزِلْ بَلاءٌ اِلا بِذَنْبٍ ، وَلَمْ یَکْشِفْ اِلّا بِتَوْبَۃٍ ، وَقَدْ تَوَجَّہَ بِیْ الْقَوْمُ بِیْ اِلَیْکَ لِمَکَانِیْ مِنْ نَبِیّکَ ، وَھٰذِہٖ اَیْدِیْنَا اِلَیْکَ بِالذُّنُوْبِ ، وَنَوَاصِیْنَا اِلَیْکَ بِالتَّوْبَۃِ ، فَاسْقِنَا الْغَیْثَ

اے اللہ کوئی مصیبت گناہ کے بغیر نازل نہیں ہوتی' اس کا ازالہ توبہ کئے بغیر نہیں۔ لوگوں نے تیرے نبی ﷺ کے قرب کی وجہ سے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔ یہ گنہگار ہاتھ تیری بارگاہ کی طرف ہیں اور ہم پر شرمندگی سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم پر بارش کا نزول فرما۔ (بحوالہ: فتح الباری' جلد 2' ص 398)

اس سے ثابت ہوا کہ منبر پر حضور ﷺ کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے مگر وسیلہ ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کا ہی تھا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے بندوں سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جس چیز کو اہل اللہ سے نسبت ہو جائے' وہ بابرکت ہو جاتی ہے اور ان کا وسیلہ پیش کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۂ بقرہ' آیت 248' پارہ 2)

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے' فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے' اگر تم ایمان والے ہو۔

شان نزول: تفسیر جلالین' تفسیر جمل' تفسیر خازن اور تفسیر مدارک میں ہے بنی اسرائیل نے چونکہ طالوت کی بادشاہت پر کوئی نشانی مانگی تھی' اس پر حکم الٰہی سے حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارا وہ مشہور و معروف بابرکت تابوت آجائے گا جس سے تمہیں تسکین ملتی تھی' اور جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے۔ یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں تھیں' ان کے مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور ﷺ کی اور آپ کے مقدس گھر کی تصویر ایک سرخ یاقوت میں تھی جس میں آپ ﷺ

نماز کی حالت میں قیام میں ہیں اور آپ ﷺ کے اردگرد آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا' یہ صندوق نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا' آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھی اور اپنا مخصوص سامان بھی رکھتے تھے' چنانچہ اس تابوت میں توریت کی تختیوں کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصاء اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے مواقع پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ علیہ السلام کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں چلتا آیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی' وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے' دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے وسیلے سے اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے وسیلے سے دعائیں مانگنا یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور جو اس کو ناجائز کہے' وہ سخت گنہگار ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا کیسا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔ یاد رہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مدد مانگتے ہیں ان کو اعتراضات کا نشانہ بنانا مناسب نہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مددگار بنایا ہے۔ آیئے

قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کو سمجھتے ہیں۔

القرآن: فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ

(سورہ تحریم آیت 4، پارہ 28)

ترجمہ: بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہے۔

القرآن: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا

ترجمہ: تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

(سورۂ مائدہ آیت 55، پارہ 6)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو چاہئے کہ وہ اس طرح نداء کرے ''یاعباداللہ اجبسوا'' اے اللہ کے بندو! اسے روکو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہوتے جو اسے روک لیتے ہیں (تفسیر کبیر)

حدیث شریف: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی شے گم کر بیٹھے اور وہ کسی غیر مانوس جگہ پر ہو تو چاہئے کہ وہ اس طرح کہے ''یاعباد اللہ اعینونی'' اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ہوتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھ پاتے۔ (حصن حصین، طبرانی مجمع الزوائد)

☆ احادیث وسیرت میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ ایک صحابی نے مکۃ المکرمہ

سے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ ومدد چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے شہرِمدینہ میں ان کی آواز سنی اورفریادرسی فرمائی۔

ہوا یوں کہ قبیلہ بنوبکر اور قبیلہ بنوخزاعہ کی آپس میں پرانی لڑائی تھی' جب قریش مکہ نے مسلمانوں سے مقام حدیبیہ پر دس سال کے لئے صلح کا معاہدہ کیا تو اس معاہدہ میں بنوبکر نے قریش کا ساتھ اور بنوخزاعہ نے مسلمانوں کا ساتھ دیا یعنی بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ ابھی معاہدے کو دوسال ہی گزرے تھے کہ بنوبکر نے پرانی دشمنی کی وجہ سے قبیلہ بنوخزاعہ پر حملہ کرنے کا سوچا اور قریش نے انہیں در پردہ ہر ممکن امداد کا یقین دلایا' بنوخزاعہ کو ان دونوں کی اس سازش کا وہم وخیال بھی نہ تھا۔اچانک رات کو بنوبکر نے پوری تیاری کے ساتھ ان پر حملہ کردیا اور اس میں قریش بھی بھیس بدل کر شریک ہوئے۔ بہت سارے لوگ قتل ہوئے حتی کہ کچھ نے حرم کعبہ میں پناہ لی مگر انہوں نے حرم میں بھی ان کو قتل کردیا چونکہ یہ قبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا۔اس لئے اس قبیلہ کے چالیس آدمی رسول اللہ ﷺ کو اپنی کہانی سنانے اور امداد کے لئے شہر مدینہ روانہ ہوئے۔ان کے سربراہ حضرت عمرو بن سالم تھے جو نامور شاعر بھی تھے۔اس لئے لوگ انہیں راجز کے نام سے یاد کرتے۔اگلی بات ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے سنئے۔

اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ " بَاتَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا ، فَقَامَ يَتَوَضَّاءِ لِلصَّلاةِ ، فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِهِ : لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلاثًا ، نُصِرْتَ نُصِرْتَ ، ثَلاثًا ، فَلَمَّا خَرَجَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِي مُتَوَضَّئِكَ : لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلاثًا ، نُصِرْتَ نُصِرْتَ ، ثَلاثًا ، كَأَنَّكَ تُكَلِّمُ إِنْسَانًا ، وَهَلْ كَانَ مَعَكَ أَحَدٌ ؟ فَقَالَ : هَذَا رَاجِزُ بَنِي كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِي ، وَيَزْعَمُ أَنَّ قُرَيْشًا أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِي بَكْرٍ ، ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ، فَأَمَرَ عَائِشَةَ أَنْ تُجَهِّزَهُ ، وَلا تُعْلِمَ أَحَدًا ،

قَالَتْ : فَدَخَلَ عَلَيْهَا اَبُو بَكْرٍ ، فَقَالَ : يَا بَنِيَّةَ ، مَا هٰذَا الْجِهَازُ ؟ فَقَالَتْ : وَاللهِ مَا اَدْرِی ، فَقَالَ : وَاللهِ مَا هٰذَا زَمَانُ غَزْوِ بَنِي الْاَصْفَرِ ، فَاَيْنَ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ؟ قَالَتْ : وَاللهِ لَا عِلْمَ لِيْ ، قَالَتْ : فَاَقَمْنَا ثَلَاثًا ، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ بِالنَّاسِ ، فَسَمِعْتُ الرَّاجِزَ يَنْشُدُهٗ (المعجم الصغیر، جلد 2، ص 168)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا رات میرے ہاں قیام تھا۔ آپ ﷺ اٹھے نماز کے لئے وضو کیا۔ میں نے وضو خانہ میں فرماتے ہوئے سنا' میں پہنچا' میں پہنچا' میں پہنچا' تمہاری مدد کے لئے' تمہاری مدد کے لئے' تمہاری مدد کے لئے' جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ میں نے آپ کو وضو خانہ میں تین تین دفعہ یہ کلمات فرماتے ہوئے سنا۔ میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی' گویا آپ کسی آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا؟ فرمایا' یہ بنو کعب کا راجز ہے جس نے مجھے پکارا اور کہہ رہا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) کہ پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے (اور وضو کے بعد) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری کا حکم دیتے ہوئے نصیحت کی کہ کسی کو بتانا نہیں۔

(حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے) کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور تیاری کے حوالہ سے پوچھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تیاری کی وجہ میں نہیں جانتی۔ کہنے لگے' اللہ تعالیٰ کی قسم! ان دنوں رومیوں کے حملے کا کوئی خطرہ نہیں۔ کیا معلوم رسول اللہ ﷺ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا! اللہ تعالیٰ کی قسم میرے علم میں نہیں۔ حدیث کی راویہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (رسول اللہ ﷺ کے فرمان لبیک' نصرت' نصرت) کے تین دن بعد آپ ﷺ نے نماز فجر لوگوں کو پڑھائی تو میں نے راجز کو یہ استغاثہ کہتے ہوئے سنا)

وصال مصطفیٰ ﷺ کے بعد حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ کا استغاثہ

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے وزیر مالیات حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا

فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَكُوْا ، فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْمَنَامِ ۔ فَقَالَ لَہٗ اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْہُ السَّلَامَ ، وَاَخْبِرْہُ اَنَّھُمْ مُسْتَقُوْنَ وَقُلْ لَہٗ: عَلَیْكَ الْكَیْسُ ، عَلَیْكَ الْكَیْسُ " ، فَاَتٰی عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ ، فَبَكٰی عُمَرُ ، ثُمَّ قَالَ: یَا رَبِّ ، مَا اٰلُوْ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْہُ " ۔

(بحوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ حدیث 12051 ' دلائل النبوت)

ترجمہ: ایک آدمی نے مزار نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں کیونکہ ہم ہلاک ہورہے ہیں۔ رسول پاک ﷺ ان کے خواب میں تشریف لائے' فرمایا! عمر کے پاس جاؤ' انہیں میرا سلام کہو اور کہو خوب دانائی و احتیاط سے کام لو۔ اس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو وہ رودیئے اور عرض کرنے لگے۔ اے میرے رب جل جلالہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر میں عاجز بندہ ہوں۔

☆ حضرت علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852) اس واقعہ کی ایک اور سند کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ امام ابن شیبہ علیہ الرحمہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے (پھر ان صحابی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا) سیف نے الفتوح میں نقل کیا کہ جنہوں نے خواب مذکورہ دیکھا' ان کا نام حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ ہے اور یہ صحابی رسول

ہیں۔(بحوالہ: فتح الباری' جلد 2' ص 197)

☆ حضرت امام شیخ عبداللہ الصدیق غماری (متوفیٰ 1413)اس روایت کے تحت لکھتے ہیں اَسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ یعنی اس روایت کی سند صحیح ہے(بحوالہ: مصباح الزجاجۃ ص 26)

☆ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے دلائل النبوت میں' حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے تاریخِ کبیر میں اور امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے فتح الباری نے نقل کیا ہے۔

☆ امام احمد قسطلانی علیہ الرحمہ (متوفیٰ 923ھ) اپنا سید عالم ﷺ سے استغاثہ یوں نقل کرتے ہیں

ولقد كان حصل لى داء اعيا دواؤه الأطباء، واقمت به سنين، فاستغثت به صلى الله عليه وسلم ليلة الثامن والعشرين من جمادى الاولى سنة ثلاث وتسعين وثمان مائة بمكة زادها الله شرفاً، ومنَّ علىَّ بالعود فى عافية بلا محنة، بيننا انا نائم اذ جاء رجل معه قرطاس يكتب فيه: هذا دواء لداء احمد بن القسطلانى من الحضرة الشريفة بعد الإذن الشريف النبوى، ثم استيقظت فلم أجد بى والله شيئاً مما كنت اجده، وحصل الشفاء ببركة النبى صلى الله عليه وسلم

مجھے ایسی بیماری لاحق ہوگئی کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے تو میں نے مکہ شریف میں جمادی الاولیٰ آٹھ سو ترانوے میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا تو مجھے بلا مشقت صحت نصیب ہوگئی ہوا یوں کہ میں سویا تھا۔ ایک آدمی آیا اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا جس پر تحریر تھا کہ بارگاہ نبوی ﷺ کی طرف سے احمد بن قسطلانی کی بیماری کا علاج و دوا ہے۔ میں بیدار ہوا تو اللہ تعالیٰ کی

قسم بیماری کا نام ونشان تک نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے مجھے شفا نصیب ہوگئی۔

(المواہب اللدنیہ جلد 4 ص 595)

استمداد سے متعلق ہمارا عقیدہ

امام احمد رضا خان محدث بریلی علیہ الرحمہ اپنی کتاب احکام شریعت مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی کے صفحہ 11 پر رقم طراز ہیں۔ حضور ﷺ اور اولیاء کرام سے استغاثہ اور استعانت مشروط طور پر جائز ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ اوراس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں ''باذن الٰہی والمدبرات امر'' اسے مانے اور اعتماد کرے کہ بے حکم خدا تعالیٰ ذرہ نہیں ہلاسکتا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا'' ایک حرف نہیں سن سکتا، پلک نہیں ہلاسکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔

علمائے اسلام کے نزدیک اہل قبور (اولیاء اللہ وصالحین) سے مدد مانگنا اور فیض حاصل کرنا

1: حضرت امام ابن الحاج ابن النعمان کی سفینۃ النجاء سے ناقل:

قبور صالحین کے پاس دعا اوران سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے (المدخل، فصل فی زیارۃ القبور ص 249، جلد اول مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 793، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

2: مدخل میں ہے حضرات شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین (ابوبکر وعمر) سے سید عالم ﷺ کی طرف توسل کرے اور انہیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر فخر عالم نور مجسم ﷺ کے آگے کرے

(المدخل، فصل فی الکلام، علیٰ زیارت سید الاولین، جلد 9، ص 258، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)(فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 794، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

3: مولوی اسحٰق کی مأتہ مسائل میں ہے:

جو شخص عالم برزخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کے فیض کا اور جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ کے فیض کا اور عالم برزخ میں جو اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو، اس کا حکم کیا ہے؟

جس فیض شرعی کا ثبوت احادیث متواترہ سے ہو، اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو، اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو، اس کا منکر ترک قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو(مأتہ مسائل، سوال ششم تا ہشتم، ص 16 / 17، مطبوعہ مکتبہ توحید وسنت پشاور)

4: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"از اولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست" مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ پہنچنا جاری ہے (تفسیر عزیزی پارہ عمہ، استفادہ از اولیاء مدفونین، ص 143، مطبوعہ مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9 ص 688، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

5: شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ یہ معنی جو ہم نے امداد طلبی میں بیان کیا۔ اگر شرک کا مؤجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے، تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور امداد طلبی سے منع کیا جائے، حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں عام ہے (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، فصل اول، جلد 3، ص 401، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد

9،ص 696،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

6: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات و مقاصد اپنی مشکلات کا حل ان سے مانگتے ہیں اور پاتے ہیں" (تفسیر فتح العزیزی، پارہ عمہ، بیان صدقات وفاتحہ،ص 206،مطبوعہ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9،ص 687،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

7: مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ وداعیٔ سنت نبویہ لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انہیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہندوعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے، یہ مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ کی نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔ جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے (مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات،ملفوظات مرزا صاحب،ص 78،مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9،ص 688،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

8: سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں:

(ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات،ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی، ص 83،فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9،ص 810،مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

9: قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت

مندوں کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور روحوں سے اویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے (تذکرۃ الموتیٰ والقبور، اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں، نوری کتب خانہ، لاہور ص 76، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 810، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

10: سیدی جمال مکی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ میں ہے:

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا...... ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شئے مرغوب ہے جس کا انکار ہٹ دھرم یا دشمن انصاف کرے گا اور ایسا شخص برکت اولیاء کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں۔ اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت و استمداد جائز ہے۔ (فتاویٰ جمال بن عمر مکی فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 792، جامعہ نظامیہ لاہور)

11: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے۔ اس سے بعد از وصال بھی مدد مانگی جائے۔ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر ص 1/715) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 772، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

12: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر 1/720، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 772، مطبوعہ جامعہ

نظامیہ، لاہور)

13: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: نہ معلوم وہ استمداد و امداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندۂ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا کر دے۔ اگر یہ معنیٰ شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو، حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں معروف و مشہور ہے، ارواح کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات و واقعات وارد ہیں، وہ حصر و شمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل و کتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں۔ ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شاید ہٹ دھرم منکر کے لئے ان کے کلمات سودمند بھی نہ ہوں۔ خدا ہمیں عافیت میں رکھے اس مقام میں کلام طویل ہوا، ان منکرین کی تردید و تذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقے کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و بت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں (اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول، جلد 3، ص 401، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 795، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

14: محقق شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں: یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا۔ اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دعا طلبی سے منع کیا

جائے حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں عام ہے (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، فصل اول، ص وجلد 401 / 3، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 696، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

15: کشف الغطاء میں صاحب کشف الغطاء فرماتے ہیں: استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ سرے سے روح و بدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں۔ اور یہ نص کے خلاف ہے۔ اس تقریر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنی ہوجاتا ہے اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار و احادیث دلیل ہیں اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے رحمن سے بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کرکے طلب کرتا ہے یا اس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لئے خدا سے دعا کیجئے۔ اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم وخیال ہے (کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور، مطبع احمدی دہلی، ص 80، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 696، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

16: رسالۂ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد ہے کہ زبان سے کہے! اے میرے حضور! فلاں کام کے لئے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کررہا ہوں۔ آپ بھی دعا وشفاعت سے میری امداد کیجئے لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہئے (فتاویٰ عزیزی، رسالہ فیض عام، مطبع مجتبائی دہلی 177 / 1، فتاویٰ رضویہ، جلد 9 (جدید) ص 823، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

17: سیدی شمس الدین محمد حنفی علیہ الرحمہ (متوفی 847ھ) نے اپنے مرض موت میں فرمایا جس کو کوئی حاجت ہو، وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت طلب کرے۔ میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔ کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ مٹی ہوگی جس شخص کو

ایک ہاتھ مٹی اپنے اصحاب کی مدد سے مانع ہو، وہ مرد نہیں (طبقات الکبریٰ للشعرانی، جزء ثانی ص 86) (کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی، ص 192، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

اولیاء کرام رحمہم اللہ سے مدد کے منکرین کو تنبیہ

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے مدد طلب کرنے کو ناجائز کہتا ہے۔ جب خود اسے کوئی حاجت پیش آتی ہے اور اسے کسی ظالم، فاسق یا کافر کے پاس جانا پڑ جاتا ہے تو وہاں اس کے سامنے بڑی عاجزی وانکساری کرتا ہے اور اس کی چاپلوسی بھی کرتا ہے اور اسے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہتا ہے، اس سے مدد مانگتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ ''فلاں نے میری حاجت پوری کر دی'' یا ''فلاں نے مجھے نفع دیا'' بلکہ جب وہ بھوکا ہو تو بھوک مٹانے اور پیاسا ہو تو پیاس بجھانے اور بے لباس ہو تو ستر چھپانے میں مدد لیتا ہے، اسی طرح طبیعت کے مطابق کئی قسم کی مدد طلب کرتا ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کھانا، پینا اور لباس وغیرہ تمام اشیاء بے جان ہے۔ تو اگر مدد طلب کرنے کی صراحت کرتے ہوئے یوں کہہ دے کہ ''میں جو کھانا پینا وغیرہ اشیاء سے مدد حاصل کرتا ہوں، یہ سب حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہے کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ حقیقی طور پر مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اس میں کوئی خطا نہیں، کوئی گناہ نہیں، کوئی عار نہیں۔

اور ایسی ہی مدد کا منکر غافل شخص خود کہتا ہے ''فلاں دوا قبض ختم کرتی اور فلاں قبض لاتی ہے، فلاں معجون بہت مفید ہے تو اس طرح کہنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ اس وقت کوئی اعتراض نہیں ہوتا، کوئی گناہ یاد نہیں آتا۔ ہاں! اگر کوئی مسئلہ یا اعتراض یا گناہ ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام رحمہم اللہ سے مدد طلب کرنے میں ہے جو ہر دوا اور ہر معجون سے افضل ہے۔ ایسی باتیں وہی کرتا ہے جس کا نور بصیرت زائل ہو چکا ہو اور جو راہ راست دیکھنے سے اندھا ہو چکا ہو (کشف

النورعن اصحاب القبور، امام عبدالغنی نابلسی، ص 125، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

تمام دلائل سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو مددگار اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے اپنے چاہنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ حقیقی مددگار ہے اور اس کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار ہیں اور اگر اہل اللہ سے مدد مانگنا ناجائز، حرام اور گناہ ہوتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کبھی اس پر عمل نہیں کرتے۔

سوال: جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی حیثیت کیا ہے، نیز تاریخ ولادت، جھنڈے لگانا اور عید کہنا کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: تاریخ ولادت متفقہ طور پر بارہ ربیع الاول ہے:

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل سوموار (پیر) کے دن ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی (حوالہ جات: سیرت ابن کثیر، جلد اول، ص 125، تاریخ طبری جلد دوم، ص 125، تاریخ ابن خلدون، جلد دوم، ص 710، السیرۃ النبوۃ ابن ہشام، جلد اول، ص 171، اعلام النبوۃ ص 192، مدارج النبوت جلد دوم، ص 15، سیرت الرسول ص 12، الشمامۃ العنبر یہ ص 7 (غیر مقلد)، سیرت خاتم الانبیاء ص 18 (مفتی شفیع دیوبندی)

فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم

القرآن = قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (سورۂ یونس آیت 58، پارہ 11)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں اور ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور سب سے بڑھ کر رحمت، رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری ہے تو ان کی آمد پر جشن اور خوشی کیوں نہ منائیں۔

سرورکونین ﷺ نے بھی اپنا میلاد منایا:

حدیث شریف: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔اسی دن میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن مجھ پر (پہلی) وحی نازل ہوئی تھی (مسلم جلد دوم، کتاب الصیام، حدیث 2646، ص 88، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (متوفی 911ھ) نے اپنی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' کے صفحہ نمبر 64 پر امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفی 852ھ) کے دلائل کی تائید میں ایک اور استدلال پیش کیا ہے جو جشن عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق ایمان کو تازہ کرنے والی چیز ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ یوم میلاد النبی ﷺ منانے کے حوالے سے ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے جسے امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں روز آپ ﷺ کا عقیقہ کر چکے تھے اور عقیقہ دومرتبہ نہیں کیا جاتا۔پس یہ واقعہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمۃ للعالمین اور اپنی اُمّت کے مشرف ہونے کی وجہ سے اپنی ولادت کی خوشی کے اظہار کے لئے خود عقیقہ کیا۔اسی طرح ہمارے لئے مستحب ہے کہ ہم بھی حضور ﷺ کے یوم ولادت پر خوشی کا اظہار کریں اور کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات بجالائیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہر سال میلاد النبی ﷺ نہ منانے کی وجہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حضور ﷺ کی صحبت ومحبت کائنات کی سب سے بڑی دولت تھی مگر حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان پر قیامت ٹوٹی وہ ساری زندگی فراق محبوب میں غمگین رہے اور اس طرح ولادت کی خوشی پر غم غالب آ گیا۔ سو وہ وصال کے غم میں جشن ولادت کی خوشی کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔

مگر جیسے جیسے وقت گزرا، صدمے اور غم کا اثر زائل ہوتا گیا۔ جب تبع تابعین کا دور گزر گیا تو بعد میں آنے والوں نے چونکہ ولادت اور صحبتِ مصطفی ﷺ کے احوال کو دیکھا تھا، نہ وصال کے غم و ہجر کا مشاہدہ کیا تھا۔ امتدادِ زمانہ سے رفتہ رفتہ خوشی کا پہلو غم پر غالب آتا چلا گیا اور ہاتھ نے جدائی کے زخم پر مرہم رکھ دیا۔ افرادِ اُمّت اس نعمت عظمیٰ کی خوشی کے مقابلے میں غم بھول گئے اور انہیں یقین آ گیا کہ آپ ﷺ کی حیات و وصال دونوں اُمّت کے لئے سراپا خیر ہیں لہذا اس کے بعد جشن آمد رسول ﷺ کی خوشیاں ہر طرف منائی جانے لگیں۔

اس کی تائید میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ بے شک آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہمارے لئے نعمت عظمیٰ ہے اور آپ ﷺ کا وصال ہمارے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ تاہم شریعت نے نعمت پر اظہار شکر کا حکم دیا ہے اور مصیبت پر صبر و سکون کرنے اور اسے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقہ کا حکم دیا ہے اور بچے کے پیدا ہونے پر اللہ کے شکر اور ولادت پر خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے لیکن موت کے وقت جانور ذبح کرنے جیسی کسی چیز کا حکم نہیں دیا بلکہ نوحہ اور جزع وغیرہ سے بھی منع کر دیا ہے۔ لہذا شریعت کے قواعد کا تقاضا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آپ ﷺ کی ولادت

باسعادت پرخوشی کا اظہار کیا جائے نہ کہ وصال کی وجہ سے غم کا۔

امام سیوطی علیہ الرحمہ کی اس بات سے واضح ہوگیا کہ اب فقط ولادت کی خوشیاں منائی جائیں گی۔

جشن میلاد کو عید کہنے کی وجہ:

امام ابو القاسم راغب اصفہانی علیہ الرحمہ (متوفی 502ھ) عید کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عید اسے کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے۔ شریعت میں لفظ (عید) یوم الفطر اور یوم النحر کے لئے خاص نہیں ہے۔ عید کا دن خوشی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عید کے ایام کھانے پینے اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وقت گزارنے کے لئے ہیں۔ اس لئے ہر وہ دن جس میں خوشی حاصل ہو، اس دن کے لئے عید کا لفظ مستعمل ہوگیا ہے"

امام قسطلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب مواہب اللدنیہ کے صفحہ نمبر 75 پر لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم کرے جس نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے مبارک مہینہ (ربیع الاول) کی راتوں کو "عیدین" اختیار کیا ہے تا کہ اس کا یہ (عید) اختیار کرنا ان لوگوں پر سخت بیماری ہو جن کے دلوں میں سخت مرض ہے اور عاجز کرنے والی لاعلاج بیماری، آپ کے مولد شریف کے سبب ہے۔

(بعض نادان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "عید" اس دن کو کہتے ہیں جس دن عید کی نماز پڑھی جائے۔ یہ نادانی ہے، حالانکہ عید میلاد النبی ﷺ بمعنی حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی ہے۔)

سوال: کیا عید میلاد النبی ﷺ منانا بدعت ہے؟

جواب: علمائے اُمّت اور محدثین نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کو بدعت کہنے کی نفی فرمائی

ہے، چنانچہ اس ضمن میں نویں صدی کے محدث امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

"(محفل میلاد النبی ﷺ) قرون ثلاثہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی۔ پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت وشرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دسترخوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا۔ اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں۔ بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آتا ہے، خصوصی اہتمام شروع کردیتے ہیں اور نتیجتاً اس ماہ مقدس کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ بات تجرباتی عمل سے ثابت ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن جزری مقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ وامان اور سلامتی رہتی ہے اور بہت جلد تمنائیں پوری ہونے کی بشارت ملتی ہے۔ (المورد الروی فی مولد النبی ونسبہ الطاہر، ص 13-12)

عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق علمائے اُمّت کے اقوال

1۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ (متوفی 579ھ) کا نظریہ

مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن، الغرض شرق تا غرب تمام بلادِ عرب کے باشندے ہمیشہ سے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ وہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی، چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے اور اس کے باعث سے بے پناہ اجر وکامیابی حاصل کرتے رہے ہیں۔ (بیان المیلاد النبی، ص 85)

2۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1052ھ) کا نظریہ

ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔اس کی راتوں میں صدقات وخیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں (ماثبت من السنہ فی ایام السنہ،ص60)

3۔امام محمد زرقانی علیہ الرحمہ (متوفی 1122ھ) کا نظریہ

اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جنہیں حضور اکرم ﷺ نے خیر القرون فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی ﷺ میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔یہ عمل (اگرچہ) بدعت ہے مگر بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے (جیسا کہ) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے (زرقانی شریف،شرح مواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ،جلد اول،ص 262-261)

4۔حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1131ھ) کا نظریہ

میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا،لیکن ایک سال (بوجہ عسرت شاندار) کھانے کا اہتمام نہ کرسکا،تو میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کردیئے۔رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ خوش وخرم تشریف فرما ہیں (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین،ص40)

5۔مفسر قرآن شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (متوفی 1137ھ) کا نظریہ

میلاد شریف منانا آپ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے جبکہ وہ منکرات سے پاک ہو۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ہمارے لئے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر اظہار شکر کرنا مستحب ہے (تفسیر روح البیان، جلد 9، ص 56)

6۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1174ھ) کا نظریہ

اس سے پہلے میں مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ درود وسلام عرض کررہے ہیں اور وہ واقعات بیان کررہے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے۔

(فیوض الحرمین، ص 81-80)

7۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (متوفی 1239ھ) کا نظریہ

ماہ ربیع الاول کی برکت حضور اکرم ﷺ کی میلاد شریف کی وجہ سے ہے۔ جتنا اُمّت کی طرف سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام اور طعاموں کا نذرانہ پیش کیا جائے، اتنا ہی آپ ﷺ کی برکتوں کا ان پر نزول ہوتا ہے (فتاویٰ عزیزی، جلد اول، ص 163)

اس کے علاوہ بھی علمائے اُمّت اور محدثین کے عید میلاد النبی ﷺ کے متعلق اقوال موجود

ہیں مگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے اسی پر اختصار کرتا ہوں۔ میلاد النبی ﷺ منانے پر بدعت کا فتویٰ لگانے والوں کو چیلنج ہے کہ وہ فقط ایک محدث کا حوالہ لے آئیں جس میں واضح طور پر عید میلاد النبی ﷺ منانے کو بدعت لکھا گیا ہو۔

شب میلاد، شب قدر سے افضل ہے

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ سرور کونین ﷺ کی ولادت کی شب یقیناً شب قدر سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ شب میلاد آپ ﷺ کی ولادت کی شب ہے اور شب قدر آپ ﷺ کو عطا کی ہوئی شب ہے۔

(ما ثبت من السنہ، ص 84)

جھنڈے و پرچم لگانے کا ثبوت

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (شب ولادت) میں نے تین پرچم اس طرح دیکھے کہ ان میں سے ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانۂ کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔

(ما ثبت من السنہ، ص 75)

شب ولادت کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق ہمارا عقیدہ ہرگز یہ نہیں کہ ہم حضور ﷺ کی آمد کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ذکر مصطفی ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔

امام سبکی رضی اللہ عنہ کی محفل میں کسی نے یہ شعر پڑھا ''بے شک عزت وشرف والے لوگ سرکار اعظم ﷺ کا ذکر سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں'' یہ سن کر امام سبکی رضی اللہ عنہ اور تمام علماء و مشائخ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت بہت سرور اور سکون حاصل ہوا۔ (سیرت حلبیہ، جلد اول، ص

80)

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں محفل میلاد میں کھڑے ہوکر سلام پڑھتا ہوں۔ میرا یہ عمل شاندار ہے (بحوالہ: اخبار الاخیار، ص 624)

سوال: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات بنانا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات تعمیر کروانا شرعی اعتبار سے جائز ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

القرآن: وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ۝

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے، قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (سورۂ کہف، آیت 21، پارہ 15)

تفسیر...... مشائخ کرام اور علماء کرام کے مزارات کے اردگرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت مندرجہ بالا آیت سے ملتا ہے۔ قرآن مجید نے اصحاب کہف

کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا '' قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا '' وہ بولے اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔ تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے اس آیت میں ''بنیاناً'' کی تفسیر میں فرمایا۔

دلیل......یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات کے جانے پر محفوظ ہو جاوے جیسے کہ سرکار اعظم ﷺ کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے مگر یہ بات نامنظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔

''مسجداً'' کی تفسیر میں تفسیر روح البیان میں ہے کہ ''یصلی فیه المسلمون ویتبرکون بمکانهم'' یعنی لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن مجید نے ان کی دو باتوں کا ذکر فرمایا۔ ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا، دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ مزارات اور قبہ بنانا اور قریب میں مسجد بنانا اس وقت بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں۔ اگر غلط ہوتے تو قرآن مجید کبھی اس کا حکم نہیں دیتا۔ مزارات اولیاء شعائر اللہ ہیں اور اس سے برکتیں حاصل کرنا اور اس کی تعمیر قرآن مجید سے ثابت ہے۔

دلیل......کتب اصول سے ثابت ہے کہ ''شرائع قبلنا یلزمنا'' سرکار اعظم ﷺ کے جسم اطہر کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رکھا گیا ہے۔ اگر یہ جائز نہ تھا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کو گرا دیتے پھر تدفین فرماتے مگر یہ نہ کیا بلکہ قاطع شرک و بدعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھنچوادی پھر ولید بن عبدالملک کے زمانے میں صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے۔

دلیل...... ''بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی وابی بکر وعمر'' میں ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانے میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو "اخذوفی بنائه" صحابہ کرام علیہم الرضوان اس دیوار کے بنانے میں مشغول ہو گئے۔

دلیل...... بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البکا علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

یہ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں ہوا مگر کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔

دلیل......تفسیر روح البیان جلد تیسری پہلا پارہ "انما یعمر مسجد الله من امن بالله" کے تحت لکھتے ہیں کہ علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے جبکہ اس کا مقصد لوگوں کی نظروں میں عظمت پیدا کرنا ہو، تا کہ لوگ اس قبر کو حقیر نہ جانیں۔

بدمذہبوں کی دلیل

بدمذہب اس حدیث کو بنیاد بناتے ہیں:

الحدیث ......حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سرکار اعظم ﷺ نے حکم دیا کہ تصویر مٹا دو اور اونچی قبروں کو برابر کر دو۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب

1 ......جن قبروں کو گرا دینے کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا، وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں تھیں بلکہ کفار کی قبریں تھیں۔ کیونکہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے دفن میں سرکار اعظم ﷺ خود

شرکت فرماتے تھے، نیز صحابہ کرام علیہم الرضون کوئی کام سرکار اعظم ﷺ کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے لہٰذا اس وقت جس قدر مسلمانوں کی قبریں بنیں، وہ یا تو سرکار اعظم ﷺ کی موجودگی میں یا آپ ﷺ کی اجازت سے بنیں تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو برابر کرنا پڑا؟ ہاں البتہ غیر مسلموں، عیسائیوں کی قبریں اونچی ہوتی تھیں جس کو مٹانے کا حکم سرکار اعظم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا جس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

دلیل...... بخاری شریف جلد اول ص 61 میں ایک باب باندھا ''باب هل ينبش قبور مشرکی الجاهلية'' کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھیڑ دی جاویں۔ اسی کی شرح میں امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد دوم ص 26 میں فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اس کے متبعین کے سوا ساری قبریں ڈھائی جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی قبریں ڈھانے (مٹانے) میں ان کی توہین ہے۔

جامع الفتاویٰ میں ہے ''جب میت مشائخ عظام، علماء وسادات کرام رحمہم اللہ کی ہو تو اس کے اوپر عمارت (یعنی مقبرہ وغیرہ) بنانا مکروہ نہیں'' (رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی حدیث جلد 3، ص 111، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب العادی والعشرون، الفصل الثانی، جلد اول، ص 159)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مدارج النبوت میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (مدارج النبوت، بحوالہ مطالب المومنین، وصل درنماز جنازہ جلد اول، ص 420، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 418، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

علامہ طاہر فتنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تا کہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں (مجمع بحارالانوار، تحت لفظ ''شرف'' جلد 2، ص 187، مطبوعہ منشی نور لکشور لکھنؤ) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 418، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

کشف الغطاء میں ہے مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح (جائز) رکھا ہے تا کہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لئے بنائیں تو حرام ہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس ﷺ کے مرقد انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے (کشف الغطاء، باب دفن میت، ص 55، مطبوعہ احمدی دہلی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 418، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

یعنی یہ اگرچہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے اور بہت سی چیزیں ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور اچھی بدعت ہیں، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں (جواہر الاخلاطی، کتاب الاحسان والکراہیۃ، قلمی نسخہ ص 168۔ بی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 495، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

قبر کے لئے پکی اینٹوں کا استعمال کیسا؟

''مضمرات'' میں ہے کہ حضرت شیخ ابو بکر بن فضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ہمارے ہاں قبروں کے لئے پکی اینٹیں اور ررفرف لکڑی استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، باب غسل المیت جلد اول الجزء 2، ص 98)

حضرت امام تمرتاشی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ قبر کے لئے پکی اینٹوں کے استعمال میں

اختلاف اس وقت ہے جبکہ میت کے ارد گرد لگائی جائیں اور اگر قبر کے اوپر ہوں تو جائز ہے کیونکہ اس طرح قبر کی درندوں سے حفاظت ہوتی ہے جیسا کہ کفن کو چوری سے بچانے کے لئے قبر کو کچی اینٹوں کے ساتھ کوہان نما بنانے کا رواج ہے اور عوام وخواص میں اسے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے (ردالمحتار رکتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، جلد 3، ص 167 تا 170)

تنویر الابصار میں ہے۔قبر پر قبہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے (تنویر الابصار مع ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، جلد 3، ص 169)

الحمدللہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ مستند کتب سے یہ ثابت ہوگیا کہ اولیاء اللہ کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہونا چاہیئے۔عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے، نہ احترام، نہ زیادہ فاتحہ نہ کچھ اہتمام ہوتا ہے بلکہ لوگ پیروں تلے اس کو روندتے ہیں اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں، غلاف وغیرہ رکھا ہوا پاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتے ہیں۔مشکوٰۃ شریف باب الدفن میں اور مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں ہے کہ مسلمانوں کا زندگی اور موت کے بعد ایک سا ادب ہونا چاہیئے۔

سوال: مزارات پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

جواب: مزارات پر چادریں چڑھانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کی قبروں سے نمایاں محسوس ہوں جس طرح بیت اللہ پر غلاف چڑھایا گیا تاکہ اسے عام مسجدوں میں شمار نہ کیا جائے۔ قرآن مجید پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تاکہ اسے عام کتابوں میں شمار نہ کیا جائے۔اسی طرح مزارات اولیاء پر چادریں چڑھا کر اس کو نمایاں کرنا ہے تاکہ لوگ عام قبر نہ سمجھیں۔

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں اگر چادریں چڑھانے

اور عمامے اور کپڑے وغیرہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر میں ان کی عزت وعظمت میں زیادتی ہو، تاکہ لوگ صاحب مزار سے نفرت نہ کریں، اور غافل زائرین کے دلوں میں ان کا ادب واحترام پیدا ہو، کیونکہ ان کے دل مزارات میں موجود اولیاء کرام (کا مقام نہ جاننے کے سبب ان) کی بارگاہ میں حاضری دینے اور ان کا ادب واحترام کرنے سے خالی ہوتے ہیں جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی مقدس ارواح ان کے مزارات کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہیں لہذا چادریں چڑھانا اور عمامے وغیرہ رکھنا بالکل جائز ہے اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کیلئے اسی کا بدلہ ہے جو اس نے نیت کی۔ اگرچہ یہ ایسی بدعت ہے جس پر ہمارے اسلاف کا عمل نہ تھا لیکن یہ بات ویسے ہی جائز ہے جیسے فقہاء کرام رحمہم اللہ ''کتاب الحج'' میں فرماتے ہیں۔ حج کرنے والا طواف وداع کے بعد الٹے پاؤں چلتا ہوا مسجد حرام سے نکلے کیونکہ یہ بیت اللہ شریف کی تعظیم وتکریم ہے اور ''منہج السالک'' میں ہے۔ طواف وداع کے بعد لوگوں کا الٹے پاؤں واپس لوٹنا نہ تو سنت ہے اور نہ ہی اس بارے میں کوئی واضح حدیث ہے۔ اس کے باوجود بزرگان دین ایسا کیا کرتے تھے۔ (الفتاویٰ تنقیح الحامدیہ، وضع السُّتُوُر جلد 2، ص 357)

نوٹ: مزار شریف پر صرف ایک چادر کافی ہے۔ زائد چادریں صدقہ کرنا بہتر ہے۔

سوال: قبروں پر پھول اور شجر وغیرہ ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں پر پھول اور شجر ڈالنا جائز ہے۔

الحدیث ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار اعظم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اسے بیچ سے پھاڑ کر آدھی آدھی شاخ دونوں قبروں پر ڈال دی اور فرمایا جب

تک یہ تر رہیں گی، (ان کی تسبیح کی برکت سے) قبر والوں پر عذاب میں کمی ہوتی رہے گی (بحوالہ: بخاری شریف جلد اول، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول، حدیث نمبر 1290، ص 558، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

1: فتاویٰ عالمگیری میں ہے قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے (فتاویٰ ہندیہ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، 5 / 351، مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 136، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور پنجاب)

2: فتاویٰ امام قاضی خان وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح وردالمحتار علی الدر المختار میں ہے کہ قبرِ پھول جب تک تر رہے، تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے (ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 136، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

3: کنز العباد، فتاویٰ غرائب، فتاویٰ ہندیہ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ مشکوٰۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات سمیت تمام کتابوں میں قبر پر پھول اور تر شاخ (مروہ وغیرہ) ڈالنے کو اچھا لکھا ہے۔ یہ چیزیں جب تک تر رہیں گی، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گی، جس سے میت کو فائدہ اور راحت وسکون حاصل ہوگا۔

پھولوں کی چادر بالائے کفن ڈالنے میں شرعاً اصلاً حرج نہیں بلکہ نیت حسن سے حسن ہے۔ جیسے قبور پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں، اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے۔

4: فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''وضع الورد والریاحین علی القبور حسن'' قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور، مطبوعہ نورانی کتب خانہ، پشاور، جلد 5،

ص 351)(فتاویٰ رضویہ(جدید) جلد 9،ص 105،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

5: فتاویٰ امام قاضی خاں وامداد الفتاح شرح المصنف لمراقی الفلاح وردالمحتار علی الدرمختار میں ہے''انہ مادام رطبا یسبح فیؤنس المیت وتنزل بذکرہ الرحمۃ'' پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے (ردالمحتار، مطلب فی وضع الجدید ونحوال آس علی القبور، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر، جلد اول،ص 606)(فتاویٰ رضویہ(جدید) جلد 9،ص 105،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

6: یونہی تبرک کے لئے غلاف کعبہ معظّمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہ جائز ہے اور اسے رواج روافض بتانا محض جھوٹ ہے۔اسد الغابہ وغیرہا میں ہے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا یہ وصیت فرمائی کہ انہیں اس قمیص میں کفن دیا جائے جو سید عالم نور مجسم ﷺ نے انہیں عطا فرمائی تھی اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے۔ان کے پاس سید عالم نور مجسم ﷺ کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے۔ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کرکے ان کی آنکھوں اور دھن پر رکھ دیئے جائیں۔فرمایا کہ یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کردینا (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، باب المیم والعین، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ، جلد 4،ص 387)(فتاویٰ رضویہ(جدید) جلد 9،ص 105-106،مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

قبر پرستی کے الزام سے متعلق بدمذہبوں کے دلائل

جواب...... بدمذہبوں کی طرف سے یہ سازش ہے کہ جو آیتیں بتوں کی مذمت میں نازل ہوئیں، وہ مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

بدمذہبوں کے دلائل

القرآن ......ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ (سورۂ نحل، آیت 21/20)

القرآن ...... بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں گے اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنیں تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلو اور مجھے مہلت نہ دو (سورۂ اعراف، آیت 195/194)

القرآن ......ترجمہ: بے شک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، اگر وہ تمام جمع ہو جاویں تو ایک مکھی پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

بدمذہبوں کے دلائل کا جواب

ان تمام آیتوں کی تفسیر میں تفسیر جلالین ص 215، تفسیر جامع البیان ص 292، تفسیر بیضاوی جلد سوم ص 336، تفسیر نسفی جلد سوم ص 85، تفسیر صاوی جلد سوم ص 110، تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص 235، تفسیر کبیر جلد ششم ص 216، تفسیر خازن جلد پنجم ص 23، معالم التنزیل جلد سوم ص 23 اور تفسیر موضع القرآن ص 350 تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ تمام آیتیں بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ بت عاجز ہیں، بے بس ہیں اور ان کو پوجنا اور خدا بنانا جہالت ہے۔

ان مفسرین کے حوالہ جات سے اور تفسیر ابن عباس سے ثابت ہوا کہ یہ آیات بتوں کے متعلق رب العزت نے نازل فرمائی جس سے بتوں کی تذلیل اور تحقیر مقصود ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کی۔

ہندو بت کے پاس کیوں جاتا ہے

ہندو بت یعنی پتھر کے صنم کو اپنا خدا مانتا ہے اور پتھر کے صنم کو اپنی ساری تقدیر کا خالق اور مالک سمجھتے ہیں۔

مسلمان مزارات پر کیوں جاتے ہیں

مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنا حقیقی مالک اور پیدا کرنے والا مانتے ہیں اور سرکار اعظم ﷺ کو رسول برحق مانتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھتے ہیں، جب مزارات پر حاضری دینے جاتے ہیں تو سب سے پہلے فاتحہ پڑھ کر اس ولی اللہ کی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں پھر اپنی شرعی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! اس نیک بندے کی برکت سے، اس کے وسیلے سے میری یہ حاجت پوری فرما۔

اس میں شرکیہ پہلو نہیں ہے۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے

سوال: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات پر حاضری کیوں دی جاتی ہے؟

جواب: قرآن مجید نے مزارات اولیاء کو بابرکت قرار دیا ہے لہذا وہاں کی حاضری بھی بابرکت ہے۔

القرآن: سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا' دیکھتا ہے (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 1، پارہ 15)

اس آیت میں فرمایا کہ الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ یعنی جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھیں، اس سے مراد مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات لئے ہیں کیونکہ مسجد اقصیٰ کے اردگرد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے مزارات ہیں۔ انہی مزارات کو برکت والی جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اب احادیث کی روشنی میں مزارات پر حاضری سے متعلق دلائل پیش کئے جائیں گے تاکہ اہلِ ایمان اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ و مستحکم کریں۔

حدیث: حضور ﷺ نے شہدائے احد کی زیارت قبور کے لئے ہر سال تشریف لاتے اور جب شعیب کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے۔ السلام علیکم، تم پر سلامتی ہے، اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا تو کیا اچھی ہی حالت تمہاری قیام گاہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے رہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں اور دعا کرتی تھیں (بحوالہ: رواہ البیہقی از شرح الصدور ص 87)

حدیث: حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلیٰ بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور ﷺ زیارت شہدائے احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی: الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا، یہ جواب دیں گے

(المستدرک للحاکم، کتاب المغازی، دارالفکر بیروت، 29 / 3، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 722، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور پنجاب)

ان احادیث میں یہ تو صاف موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر سال احد میں تشریف لاتے اور شہداء کے مزارات کی زیارت کرتے اور اسی دن آتے جو دن ان کی شہادت کا ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ مزارات پر سالانہ حاضری، سلام پیش کرنا اور دعائیں کرنا حضور کریم ﷺ کی سنت ہے۔

اکابر محدثین، مفسرین اور علمائے اسلام کا عمل

1: شارح بخاری علامہ احمد قسطلانی علیہ الرحمہ ارشاد الساری میں نقل فرماتے ہیں کہ سن 464ھ میں سمرقند کے لوگ قحط کے سبب مشکلات سے دوچار ہوئے۔ ان میں سے ایک نیک شخص سمرقند کے قاضی کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ آپ لوگوں سمیت امام بخاری علیہ الرحمہ کے مزار کی طرف رواں دواں ہیں۔ علامہ امام احمد قسطلانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

قاضی نے جب یہ خواب سنا تو کہا ''نعم ما رأیت'' یعنی تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ چنانچہ قاضی کے ساتھ وہاں کے لوگوں نے حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی۔ اس بناء پر سات دن بارش ہوئی اور قحط سالی سے نجات حاصل ہوئی۔

2: حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر آکر دعا کرنا دعا کی قبولیت کے لئے بہت اچھا نسخہ ہے (حاشیہ مشکوٰۃ شریف، فی باب زیارت القبور)

3: علامہ شہاب الدین احمد سجاعی اپنے رسالہ اثبات کرامات الاولیاء (یہ رسالہ شفاء السقام السبکی مطبوعہ مصر کے آخر میں منضم ہے) میں لکھتے ہیں:

صاحب حصن حصین نے کہا کہ شروط معروفہ کے ساتھ صالحین کی قبروں کے پاس دعا کے قبول ہونے کا میں نے تجربہ کیا ہے اور عارف ربانی سیدی محمد بن عبدالقادر فاسی علیہ الرحمہ نے کہا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔

عارف ربانی احمد زروق علیہ الرحمہ نے کہا کہ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ جب صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے تو تیرا کیا گمان ہے صالحین کے مزارات کی نسبت (جوان کے اپنے رب سے ملنے کے مواطن ہیں) اور ان کے یوم وفات کی نسبت (جوان کے اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے) پس اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے) پس اس دن ان کی زیارت کرنا ان کو مبارکباد کہنا ہے اور ان نفحات رحمت کو طلب کرنا ہے جو ان پر نئے وارد ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں زیارت مستحب ہے بشرطیکہ ایسی بات سے خالی ہو، شرع میں مکروہ یا حرام ہے مثلاً عورتوں کا اجتماع اور وہ امور جو نئے پیدا ہوتے ہیں۔

(کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی، ص 190، مطبوعہ فرید بک لاہور)

4: علامہ دمیری علیہ الرحمہ حیات الحیوان (جزء ثانی ص 115) میں لکھتے ہیں:

حضرت معروف بن قیس کرخی علیہ الرحمہ اجابت دعا میں مشہور تھے اور اہل بغداد آپ علیہ الرحمہ کی قبرِ مبارک سے طلب باراں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔(کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی، ص 190، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

5: دلیل...... الخیرات الحسان میں حضرت علامہ امام شہاب الدین بن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ علماء و اہل حاجت حضرات ہمیشہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پاک کو وسیلہ بناتے اور ان کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں۔ ان علماء میں سے ایک تو خود حضرت امام شافعی رضی اللہ

عنہ ہیں جس وقت آپ بغداد میں قیام فرماتے تھے تو فرماتے ہیں کہ:

میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو دو رکعت نماز پڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے مزار کی جانب متوجہ ہوتا ہوں اور مزار کے قریب کھڑا ہوکر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں۔ فورا میری ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ بعض متکلمین فرماتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس ادا کی لیکن دعائے قنوت نہیں پڑھی (الخیرات الحسان ص 63، مطبوعہ مصر)

6: سیدی محمد عبدری مدخل میں دوبارۂ زیارت قبور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ زائرین کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دور دراز مقاموں سے ان کی زیارت کا قصد کرے پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت وانکسار ومحتاجی وفقر وفاقہ وحاجت وبے چارگی وفروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے در کشادہ ہیں اور سنت الٰہی جاری ہے کہ ان کے ہاتھ پر ان کے سبب حاجت روائی ہوتی ہے (المدخل، فصل فی زیارۃ القبور، جلد اول، ص 252، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ البیروت) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 797، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

7: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لئے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے (ہمعات، ہمعہ 8، ص 34، مطبوعہ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدرآباد) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 685، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

8: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''قول الجمیل'' میں لکھتے ہیں مشائخ چشتیہ نے فرمایا قبرستان میں میت کے سامنے کعبۂ معظّمہ کو پشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میت

کے قریب ہو پھر کہے یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے، یہاں تک کہ کشائش و نور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو اس کے دل پر (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، پانچویں فصل ص 72، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 686، جامعہ نظامیہ لاہور)

قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگنا سنت ہے

دلیل: سنت سے معہود صرف قبروں کی زیارت ہے اور وہاں کھڑے ہو کر دعا کرنا جیسے بقیع تشریف لے جانے کے وقت حضور کریم ﷺ کا عمل مبارک تھا (فتح القدیر، باب الشہید، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، جلد 2 ص 102) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 245، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

دلیل: زیارت قبور کے آداب میں سے یہ ہے کہ سلام کرے پھر کھڑے ہو کر دیر تک دعا کرے (المسلک المتقسط مع ارشاد الساری، فصل یستحب زیارۃ اہل المعلی، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص 333-334) (فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 245، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

اعمال صالح کے لئے دن مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں

☆ سید عالم ﷺ نے شہدائے احد کی زیارت کے لئے سر سال کا وقت مقرر فرما لیا تھا (صحیح مسلم، باب فضل مسجد قباء، جلد اول، ص 448، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

☆ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا سنیچر کے دن مسجد قباء میں تشریف لانا (بخاری و مسلم)

☆ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا ہر پیر اپنی ولادت کا روزہ رکھنا (صحیح مسلم، باب استحباب

صیام ثلاثۃ ایام، جلد اول، ص 368، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

☆ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دینی مشاورت کے لئے وقت صبح وشام کا تعین (صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ جلد اول ص 552، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

☆ سفر جہاد شروع کرنے کے لئے پنج شنبہ (جمعرات) کا تعین (صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ، جلد اول ص 414، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆ طلب علم کے لئے دوشنبہ (پیر) کا تعین (الفردوس بمأ ثور الخطاب، جلد اول، ص 78، حدیث نمبر 237، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (کنز العمال، جلد 10، ص 250، حدیث 29340، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ وتذکیر کے لئے پنج شنبہ (جمعرات) کا دن مقرر کیا

(صحیح بخاری، باب من جعل لاہل العلم ایاما معلومۃ جلد اول ص 16، قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆ علماء نے سبق شروع کرنے کے لئے بدھ کا دن رکھا (تعلیم المتعلم، فصل فی بدایۃ السبق، ص 43، مطبوعہ مطبع علیمی دہلی)

مزارات پر حاضری کا احسن طریقہ

سوال: حضرت کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں؟

الجواب:

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو اور متوسط آواز باادب سلام عرض کرے...... السلام علیکم یا سیدی

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار پھر درود غوثیہ سات باراور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اوراسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو، اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے پھر اسی طرح سلام کرکے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے، نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 9، صفحہ 522، طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: کیا اسلام میں کسی کی یاد منانے کی کوئی گنجائش ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یاد منانا جائز بلکہ ثواب ہے۔

القرآن: وَذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللهِ

ترجمہ: اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ (سورۂ ابراہیم، آیت 5، پارہ 13)

اللہ تعالیٰ کے دن سے مراد وہ ایام ہیں جن ایام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام و اکرام کیا، یعنی جس دن کو اہل اللہ سے نسبت ہوجائے، وہ ''ایام اللہ'' بن جاتے ہیں۔

☆ سرور کونین ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد منانے کا حکم دیا:

حدیث شریف: كان يوم عاشوراء تعده اليهود عيداً، قال النبی ﷺ: فصوموه انتم (بخاری، کتاب الصوم، حدیث 1901، جلد 2، ص 704)

ترجمہ: یوم عاشورہ کو یہود یوم عید شمار کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے (مسلمانوں کو حکم

دیتے ہوئے) فرمایا تم ضرور اس دن روزہ رکھا کرو۔

✪ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک یوم عاشورہ عید کا دن ہے (بحوالہ: مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، ص 312، مطبوعہ مکتبۃ الرشاد، ریاض)

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی یاد:

حضرت امام احمد ابن حنبل علیہ الرحمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جسے حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ اس میں یوم عاشورہ منانے کا یہ پہلو بھی بیان ہوا کہ عاشورہ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کا دن تھا۔ اس روز وہ بہ حفاظت جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئے تھے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام کی جماعت اس دن کو یوم تشکر کے طور پر منانے لگی، اور یہ دن بعد میں آنے والوں کے لئے باعث احترام بن گیا۔

☆ غلاف کعبہ کا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منایا:

حدیث شریف: **كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان، وكان يوما تستر فيه الكعبة، فلما فرض الله رمضان، قال رسول الله ﷺ من شاء ان يصومه فليصمه، ومن شاء ان يتركه فليتركه** (بخاری، کتاب الحج، حدیث 1515، جلد 2، ص 578)

ترجمہ: اہل عرب رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان

کے روزے فرض کردیئے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو اس دن روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھ لے اور جو ترک کرنا چاہے، وہ ترک کردے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ درج بالا حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانه يفيد ان جاهلية كانوا يعظمون الكعبة قديما بالستور ويقومون بها

(فتح الباری، جلد 3، ص 455)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت سے ہی وہ کعبہ پر غلاف چڑھا کر اس کی تعظیم کرتے تھے اور یہ معمول وہ قائم رکھے ہوئے تھے۔

☆ جمعہ کا دن، ولادت آدم علیہ السلام کی یاد:

حدیث شریف: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ سے فرمایا۔

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه قبض، وفيه النفخة، وفيه الصعقة فاكثروا علي من الصلاة فيه، فان صلاتكم معروضة علي

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، حدیث 1047، جلد اول، ص 275)

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے، اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی (یعنی اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت عطا ہوئی اور آپ کو لباس بشریت سے سرفراز کیا گیا) اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا۔ پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

☆ ہر پیر کو روزہ رکھ کر رسول اللہ ﷺ اپنی ولادت کی یاد مناتے تھے۔

(مسلم شریف، جلد دوم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شہر، حدیث 2646، ص 88، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

☆ بکرے ذبح کرکے رسول پاک ﷺ نے اپنا میلاد منایا۔

(حسن المقصد فی عمل المولد، ص 64)

معلوم ہوا کہ یادگار منانا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ایام منانا جائز بلکہ مستحب عمل ہے۔

گیارہویں شریف علمائے اسلام کی نظر میں

1: گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں شریف کے متعلق فرماتے ہیں:

آپ اپنی کتاب ''ماثبت من السنہ'' میں لکھتے ہیں کہ میرے پیرومرشد حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مہاجر مکی علیہ الرحمہ 9 ربیع الآخر کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے، بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔

(ماثبت من السنہ از: شاہ عبدالحق محدث دہلوی، عربی، اردو مطبوعہ دہلی ص 167)

2: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب ''اخبار الاخیار'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ (المتوفی 997ھ) گیارہ ربیع الآخر کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے۔ (اخبار الاخیار، از: محدث شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ ص 498 (اردو ترجمہ) مطبوعہ کراچی)

3: کتاب ''وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط'' میں مصنف علامہ ابن مُلا جیون علیہ الرحمہ نے گیارہویں شریف کا بایں الفاظ مستقل عنوان کی حیثیت سے ثابت کیا ہے۔ ''مسئلہ

9 در بیان عرس حضرت غوث الثقلین بتاریخ یازدھم ہر ماہ و بیان حکم خوردن نذرو نیاز وغیرہ صدقات مرا غیارا، حضرت حامد قاری لاہوری در نذریت یازدھم گفتگوی طویل کردہ اندو اور اصدقہ تطوع قرار دادہ اند (وصدقہ تطوع اغنیا را نیز مباح است) (بحوالہ: وجیز الصراط، ص 80)

وازھمیں جنس است طعام یازدھم کہ عرس حضرت غوث الثقلین، کریم الطرفین، قرۃ عین الحسنین، محبوب سبحانی، قطب ربانی سیدنا ومولانا فرد الافراد ابی محمد الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی ست چوں مشائخ دیگر را عرسی بعد سال معین میکر دند آنجناب را در ھر ماھے قرار دادہ اند (وجیز الصراط، ص 82)

یعنی حضرت غوث الثقلین کے عرس کے بیان میں جو ہر ماہ گیارہویں تاریخ کو ہوتا ہے اور نذرو نیاز وغیرہ صدقات کھانے کے حکم کے بیان میں حضرت حامد قاری لاہوری نے گیارہویں کی نذر کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے اور اس کو صدقہ نفل قرار دیا ہے (اور صدقۂ نفل، اغنیاء کو بھی مباح (جائز) ہے) اور گیارہویں کا طعام (کھانا) بھی اسی جنس سے ہے کہ حضرت غوث الثقلین، کریم الطرفین، قرۃ عین الحسنین، محبوب سبحانی، قطب ربانی، سیدنا ومولانا، فرد الافراد ابی محمد الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا عرس ہے جیسے دیگر مشائخ کا عرس سال بعد معین کیا گیا ہے، حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمہ کا عرس ہر ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

4۔ سراج الہند محدث اعظم ہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں کے متعلق فرماتے ہیں:

”حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے اردگرد مریدین اور حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں

بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی، اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہوجاتے'' (ملفوظات عزیزی، فارسی، مطبوعہ میرٹھ، یوپی بھارت ص 62)

5: ملفوظات مرزا صاحب علیہ الرحمہ میں وہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف کلمات طیبات میں ہے کہ میں نے خواب میں ایک وسیع چبوترہ دیکھا جس میں بہت سے اولیاء حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ دوزانو اور حضرت جنید علیہ الرحمہ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ استغناء ماسواء اللہ اور کیفیات فنا آپ میں جلوہ نما ہیں۔ پھر یہ سب حضرات کھڑے ہوگئے اور چل دیئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے جارہے ہیں۔ پس مولیٰ علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ایک گلیمر پوش ہیں جو سر اور پاؤں سے برہنہ ژولیدہ بال ہیں۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو نہایت عزت اور عظمت کے ساتھ اپنے مبارک ہاتھ میں لیا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو جواب ملا کہ یہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں پھر ایک حجرہ ظاہر ہوا جب نہایت ہی صاف تھا اور اس پر نور کی بارش ہورہی تھی کہ یہ تمام باکمال بزرگ اس میں داخل ہوگئے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو ایک شخص نے کہا۔ آج غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس ہے۔ عرس پاک کی تقریب پر تشریف لے گئے ہیں۔ (کلمات طیبات فارسی، ص 77، مطبوعہ دہلی ہند)

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مکی علیہ الرحمہ، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ یہ تمام بزرگ دین اسلام کے عالم فاضل تھے اور ان کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان بزرگوں نے گیارہویں شریف کا ذکر کرکے کسی قسم کا شرک و بدعت کا فتویٰ نہیں دیا۔ تمام دلائل و براہین سے معلوم ہوا کہ گیارہویں شریف کا انعقاد کرنا سلف وصالحین کا طریقہ ہے جو کہ باعث

اجر وثواب ہے۔

کیا غوث اعظم رضی اللہ عنہ وہابی تھے؟

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ حنبلی تھے یعنی حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے، غیر مقلد نہیں تھے۔ جب آپ مقلد تھے تو وہابی کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ اس لئے کہ وہابی غیر مقلد ہوتے ہیں، امام کی تقلید کو حرام کہتے ہیں جبکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تقلید کو جائز سمجھتے تھے لہذا ماننا پڑے گا کہ آپ وہابی نہ تھے۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ حنبلی اور ہم حنفی یہ کیسے؟

ہم غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ ان کے سلسلہ طریقت میں داخل ہیں مگر ہم ان کے مقلد نہیں ہیں۔ مقلد ہم امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہیں لہذا مقلد کسی بھی امام کا ہو، وہ مرید غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا نذر و نیاز کرنا جائز ہے، کیونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کرنا ناجائز ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا، ان نعمتوں میں سے ایک نعمت حلال اور طیب رزق ہے، جسے رب کریم اپنے بندوں کو محنت کر کے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ بندے حرام سے بچ کر حلال طیب رزق حاصل کر کے اپنی زندگی

گزاریں

انہی حلال وطیب رزق میں سے ایک بابرکت چیز نذرونیاز ہے جو کہ رب کریم کی بارگاہ میں پیش کر کے اس کا ثواب نیک وصالح مسلمانوں کو ایصال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون میں نذرونیاز کی حقیقت اور اسے حرام کہنے والوں کی اصلاح کی جائے گی۔

نذرونیاز کو حرام کہنے والے یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیۡرِ اللّٰهِ ۝

(سورۂ بقرہ، رکوع 5، پارہ 2، آیت 173)

ترجمہ: درحقیقت (ہم نے) تم پر حرام کیا مردار اور خون سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا (کسی اور کا نام) پکارا گیا ہو۔

القرآن: حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰهِ بِهٖ ۝ (سورۂ مائدہ، رکوع 5، پارہ 6، آیت 3)

ترجمہ: حرام کردیا گیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

ان آیات میں ”مااھل بہ لغیر اللّٰہ“ سے کیا مراد ہے:

1۔ تفسیر وسیط علامہ واحدی میں ہے کہ ”**مااھل به لغیر اللّٰه**“ کا مطلب ہے کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

2۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے ترجمان القرآن میں ”**مااھل به لغیر اللّٰه**“ سے

مراد لکھا ہے کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

3۔تفسیر روح البیان میں علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ نے ''**مااھل بہ لغیر اللّٰہ**'' سے مراد یہی لیا ہے کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

4۔تفسیر بیضاوی پارہ 2 رکوع نمبر 5 میں ہے کہ ''**مااھل بہ لغیر اللّٰہ**'' کے معنی یہ ہیں کہ جانور کے ذبح کے وقت بجائے خدا کے بت کا نام لیا جائے۔

5۔تفسیر جلالین میں ''**مااھل بہ لغیر اللّٰہ**'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، بلند آواز سے بتوں کا نام لے کر وہ حرام کیا گیا۔

ان تمام معتبر تفاسیر کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ تمام آیات بتوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں، لہٰذا انہیں مسلمانوں پر چسپا کرنا کھلی گمراہی ہے۔

مسلمانوں کا نذر و نیاز کرنا

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے تحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ عِنْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَحَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى ذٰالِكَ (جیسا کہ عرب ذبح کے وقت اپنے بتوں کا نام پکارتے۔یعنی مشرک ذبح کے وقت کہتے تھے بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى تو اللہ نے اس کو حرام فرما دیا۔

جبکہ مسلمان ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر اپنی قربانی بارگاہِ رب العزت میں پیش کرتا ہے پھر اس کا ثواب بزرگانِ دین کو ایصال کرتا ہے۔

ایصال ثواب کیلئے بزرگوں کی طرف منسوب کرنا

الحدیث: ترجمہ......سیدنا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی

کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے۔کیا میں ان کی طرف سے کچھ خیرات اورصدقہ کروں۔آپ ﷺ نے فرمایا!ہاں کیجئے،حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا۔ثواب کے لحاظ سے کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا''پانی پلانا''تو ابھی تک مدینہ منورہ میں حضرت سعدرضی اللہ عنہ ہی کی سبیل ہے۔

(بحوالہ:سنن نسائی جلددوم،رقم الحدیث 3698،ص 577،مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆صاحب تفسیر خازن ومدارک فرماتے ہیں:

اگرفوت شدہ کا نام پانی پرآنا اس پانی کے حرام ہونے کا سبب بنتا تو حضرت سعدرضی اللہ عنہ اس کنویں پراُم سعد کا نام نہ آنے دیتے۔''ماأھل بہ لغیر اللہ''کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور پرغیراللہ کا نام نہ آئے،جان کا نکالنا خالق ہی کے نام پرہو۔(تفسیر خازن ومدارک،جلد اول،ص103)

الحدیث: ترجمہ......حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے مینڈھے کے لئے حکم فرمایا جس کے سینگ سیاہ آنکھیں سیاہ اورجسمانی اعضا سیاہ ہوں۔پس وہ لایا گیا تو اس کی قربانی دینے لگے۔ فرمایا کہ اے عائشہ! چھری تولاؤ،پھرفرمایا کہ اسے پتھر پرتیز کرلینا۔پس میں نے ایسا ہی کیا تو مجھ سے لے لی اورمینڈھے کو پکڑ کرلٹایا اورذبح کرنے لگے تو کہا۔اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔اے اللہ تعالیٰ! اسے قبول فرما محمد ﷺ کی طرف سے آل محمد ﷺ کی طرف سے اور امت محمد ﷺ کی طرف سے پھراس کی قربانی پیش کردی۔ (بحوالہ:ابوداؤد جلددوم،کتاب الاضحایا،رقم الحدیث 1019،ص 392،مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث: ترجمہ...... حنش کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو عرض گزار ہوا، یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی، اپنی طرف سے قربانی کرنے کی۔ چنانچہ (ارشاد عالی کے تحت) ایک قربانی میں حضور ﷺ کی طرف سے پیش کررہا ہوں۔ (بحوالہ: ابو داؤد جلد دوم، کتاب الاضحایا، رقم الحدیث 1017، ص 391، مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆ حضرت علامہ مولانا مُلّا جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد بغرض ملکیت یا بغرض ایصال ثواب وغیرہ کسی جانور وغیرہ پر آنا یہ سبب حرمت نہیں، مثلاً یوں کہا جاتا ہے۔ مولوی صاحب کی گائے، خان صاحب کا دنبہ، ملک صاحب کی بکری، عقیقہ کا جانور، قربانی کا جانور، ولیمہ کی بھینس، ان جانور پر جو غیر اللہ کا نام پکارا گیا تو کیا یہ حرام اور منت ہو گئے؟ ہرگز نہیں! یہی حکم ہے گیارہویں کے دودھ، حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بکری اور منت والے جانوروں کا“ (بحوالہ: تفسیرات احمدیہ)

☆ تیرہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”واگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند مضائقہ نیست جائز است“

یعنی اگر مالیدہ اور شیرینی کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں۔ (بحوالہ: تفسیر عزیزی، جلد اول، ص 39)

آگے فرماتے ہیں: "**طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایندو بر آں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب است**" یعنی جس کھانے پر حضرات امامین حسنین کی نیاز کریں اس پر قُل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ (بحوالہ: فتاویٰ عزیزی، جلد اول، ص 71)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ ان کے اجسام حتی کہ ان کے کفن کو بھی قبر کی مٹی نہیں کھاتی۔ وہ اپنے چاہنے والوں کو قبور میں رہ کر بھی جانتے اور پہچانتے ہیں، سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ ان کو بعد از وصال بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی حیات عطا کی ہے کہ وہ تصرفات بھی فرماتے ہیں۔ ان کا دنیا سے رخصت ہونا ایسا ہے جیسے ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ یہی اسلامی عقیدہ ہے جس کی تائید میں احادیث اور علمائے اسلام کی کتابوں سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حدیث شریف: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا ارشاد ہے جب حافظ قرآن مرتا ہے خدا زمین کو حکم فرماتا ہے۔ اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے (الفردوس بماثور الخطاب حدیث 1112، جلد 1 ص 284، مطبوعہ دار الکتب العلم

بیروت، فتاویٰ رضویہ جدید جلد 9، ص 129، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

حدیث شریف: ابن عبدالبر نے بسند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا، اسے سلام کرتا ہے تو صاحبِ قبر اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی زیارۃ القبور، جلد اول، ص 341، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 9، ص 893، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

علمائے اسلام کے ارشادات

1...... علامہ زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا۔ اولیاء، باعمل علماء، شہداء، طالب ثواب موذن، باعمل حافظ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر چاہتے ہوئے مرنے والا، کثرت سے ذکر اللہ کرنے والا ان کے بدن نہیں بگڑتے (شرح زرقانی علی المؤطا، باب جامع الجنائز، مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر جلد 2، ص 84، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 128، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

2...... امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں کہ امام قشیری علیہ الرحمہ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ابوسعید خراز علیہ الرحمہ سے راوی کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا۔ اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں۔ اگرچہ مرجائیں۔ وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاتے ہیں۔

(شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتیٰ، ص 86، خلافت، اکیڈمی مینگورہ سوات، فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص 433، جامعہ نظامیہ لاہور)

3......حضرت امام ابوعلی علیہ الرحمہ سے راوی ہیں ۔ میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا، ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا۔ اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے، میں نے عرض کی۔ اے میرے سردار! کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ فرمایا۔ میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بے شک وہ وجاہت وعزت جو مجھے روز قیامت ملے گی۔ اس سے میں تیری مدد کروں گا (شرح الصدور، فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص 433، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

4......عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی ہیں۔ میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی۔ میرے ساتھ دولڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا۔ جواب سنا اور آواز آئی ''واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا'' خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے۔ میں سوار ہوئی اور واپس آئی۔

(المستدرک للحاکم، کتاب المغازی، دارالفکر بیروت 3/29، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 722، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

5: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار شریف پر سلام کیا۔ (مزار کے اندر سے) جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے، میں اسے پہچانتا ہوں، جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ، باب قول اللہ لاتحسبن الذین دارالکتب العلمیہ بیروت 3/308، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 723، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور، پنجاب)

6: قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں، کہتے ہیں: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں۔ اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، مومنین سے مراد کاملین ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن مجید پڑھتے ہیں (تذکرۃ الموتیٰ والقبور (اردو) ارواح ٹھہرنے کی جگہ ص 75، نوری کتب خانہ، نوری مسجد اسلام گنج لاہور، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 432، مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور)

7: علامہ امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ، باب الجمعہ، فصل الثالث، 3/241، مطبع امدادیہ ملتان، فتاویٰ رضویہ جدید، جلد 9، ص 433، مطبوعہ جامعہ نظامیہ، لاہور)

ایک احمقانہ عقیدہ اور اس کا رد

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ شخص سراسر جاہل ہے جو بعض گمراہ فرقوں کی طرح یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ''روحیں عارضی ہیں اور موت کے سبب وہ ایسے زائل ہوجاتی ہیں جیسے مردے سے حرکات وسکنات زائل ہوجاتی ہیں'' اور وہ گمراہ فرقے یہ سمجھتے ہیں کہ جب اولیاء اللہ رحمھم اللہ انتقال کرجاتے ہیں تو وہ مٹی ہوجاتے ہیں اور زمین کی مٹی کے ساتھ مل کر ان کی روحیں بھی ختم ہوجاتی ہیں لہذا ان کی قبروں کی کوئی تعظیم نہیں۔ اس وجہ سے

یہ لوگ ان کی توہین وتحقیر کرتے ہیں اوران کی زیارت، ان سے برکت حاصل کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

حضرت امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میں حضرت سیدنا ارسلان دمشقی علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار کی زیارت کے لئے جارہا تھا تو میں نے خوداپنے کانوں سے ایک شخص کو یہ کہتے سنا ''تم ان مٹی کے ڈھیروں پر کیوں جاتے ہو؟ یہ توسراسر بے وقوفی ہے'' اس کی بات سنکر مجھے انتہائی تعجب ہوا۔ میں نے دل میں کہا ''کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا'' (کشف النورعن اصحاب القبور، امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ، ص 103، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال: کیا بعدازوصال اولیاءاللہ رحمہم اللہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاسکتے ہیں؟

جواب: حق تعالٰی کے نیک بندے بعدازوصال ایک جگہ سے دوسری جگہ تشریف لے جاسکتے ہیں۔

حدیث شریف = حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں: میں حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی' وہ رورہی تھیں' میں نے پوچھا آپ کیوں رورہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کوخواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اورسر انور گردآلود تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک ہوا ہوں۔ (ترمذی' ابواب المناقب' حدیث 3771 ص 856 مطبوعہ دارالسلام ریاض سعودی عرب)

فائدہ= اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے جب چاہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا بعد از وصال تشریف لانا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ میرے والد شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ میں آگرہ میں مرزا زاہد کے درس سے واپس آرہا تھا۔ راستے میں ایک لمبے کوچہ سے میرا گزر ہوا، اس وقت مجھے خوب ذوق وشوق حاصل تھا اور میں شیخ سعدی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است
جز سر عشق ہرچہ بخوانی بطالت است
سعدی بشو تو لوح دل از غیر حق
علمے کے راہ حق نہ نماید جہالت است

چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا اور یاد نہیں آرہا تھا۔ اس کے سبب میرے دل میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہونے لگی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک فقیر منش، دراز زلف اور ملیح چہرہ والا پیر مرد ظاہر ہوا اور کہنے لگا: علمے کے راہ حق نہ نماید جہالت است

میں نے یہ سن کر کہا کہ جزاک اللہ خیر الجزاء آپ نے میرے دل سے بہت بڑی بے چینی اور اضطراب کو دور فرمادیا۔ پھر میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا، وہ مسکرائے اور کہنے لگے۔ کیا یہ یاد دلانے کی اُجرت ہے، میں نے کہا نہیں بلکہ یہ شکرانے کے طور پر ہے۔ فرمایا میں نہیں کھاتا، پھر فرمایا مجھے جلد جانا چاہیے۔ میں نے کہا میں بھی ساتھ چلوں گا۔ کہنے لگے میں بہت

تیز اور جلد جانا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا قدم بڑھا کر کوچے کے آخری سرے پر رکھا۔ تب میں سمجھا کہ یہ تو کوئی روح مجسم ہے۔ میں نے کہا ''حضرت اپنے نام سے تو آگاہ کیجئے تاکہ میں آپ پر فاتحہ پڑھ سکوں'' تو انہوں نے فوراً مڑ کر کہا ''فقیر کو سعدی شیرازی کہتے ہیں''

حضرت شیخ احمد سبتی علیہ الرحمہ بعد از وصال طواف کرتے پائے گئے

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نماز جمعہ کے بعد میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بھی طواف میں مشغول ہے لیکن اس کی راہ میں دوسرے لوگ رکاوٹ نہیں بن رہے ہیں۔ وہ دو آدمیوں میں اس طرح نکل جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو جدا ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ میں اس شخص کا یہ حال دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ جسد عنصری نہیں بلکہ جسم مثالی ہے۔ میں اس کی راہ میں کھڑا ہو گیا۔ جب وہ سامنے آیا تو میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں اس کے ساتھ ہو کر اس سے گفتگو کرنے لگا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت احمد سبتی علیہ الرحمہ ہیں۔

میں نے پوچھا کہ حضرت ہفتہ کے سات دنوں میں آپ نے اپنی زندگی میں صرف سنیچر کو کسب معاش کے لئے کیوں مخصوص فرما دیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ خدائے تعالیٰ نے یک شنبہ کو تخلیق عالم شروع فرمائی اور جمعہ کے دن مکمل ہوا۔ یہ چھ دن وہ ہمارے کام کرتا رہا۔ میں بھی اس لئے چھ دن اس کے کام میں مصروف رہا کرتا تھا اور اپنے حظ نفس کے لئے ان دنوں میں کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ جب شنبہ (سنیچر) کا دن آیا تو اس کو میں نے اپنی کسب معاش کے لئے مقرر کیا تاکہ ان چھ دنوں کے لئے قوت کا کچھ انتظام ہو جائے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ

حضرت آپ کے زمانے میں قطب وقت کون تھا؟ فرمایا کہ میں تھا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے رخصت ہو گئے اور میں اپنی جگہ واپس آ گیا۔

(از کتاب: فتوحاتِ مکیہ مصنف: امام محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ)

بعد از وصال ایک بزرگ کا شیخ ابن عربی کی اعانت کیلئے تشریف لانا

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اپنے ایک روحانی مقام کی بابت لکھتے ہیں کہ مجھ پر حیرت غالب ہوئی اور بوجہ تنہائی کے وحشت معلوم ہونے لگی۔ اس مقام کا نام بھی مجھے معلوم نہ تھا۔ حالانکہ وہ مقام مجھے حاصل تھا۔ اس وحشت و حیرت کے ساتھ میں وہاں سے چل پڑا اور عصر کی نماز کے بعد ایک دوست کے مکان پر جا ٹھہرا اور اسی حیرت و وحشت کی حالت میں اس سے گفتگو کرتا تھا کہ اچانک ایک شخص ظاہر ہوا اور اس نے مجھے گلے لگا لیا (جس سے میری وحشت دور ہوئی) میں نے غور سے دیکھا تو وہ شیخ ابوعبدالرحمن سلمٰی علیہ الرحمہ کی روح مبارک تھی جو جسم مثالی میں میرے پاس آئی تھی اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو میرے پاس بھیجا تھا۔

میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو بھی اس مقام پر پاتا ہوں فرمایا کہ ''ہاں میں قبر پر حاضر ہوا اور التجا کی کہ اپنی دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور اس سے دوستی کا عہد باندھا''

(جامع کرامات اولیاء)

بعد از وصال خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ سے شاہ عبدالرحیم کا مکالمہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب محدث دہلوی

علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار علیہ الرحمہ کے مزار کی زیارت کو گیا۔ادب کی وجہ سے میں مزار کے قریب چبوترے پر کھڑا ہو گیا کہ خواجہ صاحب کی روح جسم مثالی میں ظاہر ہوئی اور فرمایا آگے آؤ، میں دو تین قدم آگے بڑھا، فرمایا اور آگے آؤ۔ میں اور بڑھا۔ یہاں تک کہ میں آپ کے بہت ہی قریب پہنچ گیا۔خواجہ صاحب نے پوچھا تم شعر کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا ''کلام حسنہ حسن قبیحہ قبیح'' یعنی وہ ایک کلام ہے اس میں سے جو اچھا ہے وہ بہتر ہے اور جو برا ہے وہ خراب ہے۔فرمایا بارک اللہ

پھر خواجہ صاحب نے پوچھا۔خوبصورت آواز کے متعلق کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا ''ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء'' یہ اللہ کا فضل جس کو عطا کر دے۔ پوچھا جب یہ دونوں جمع ہو جائیں (یعنی اچھا شعر اور اچھی آواز) تو تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا ''نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء'' فرمایا، بارک اللہ تم بھی کبھی کبھار ایک دو بیت سن لیا کرو۔ایک دوسری مرتبہ جب ان کے مزار پر گیا تو ان کی روح متمثل ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہارے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اس کا نام قطب الدین رکھنا۔ چونکہ میری بیوی سن ایام کو پہنچ گئی تھی۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید حضرت کی مراد بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا ہے۔آپ میرے اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا۔میرا یہ مقصد نہیں، یہ فرزند تیری ہی پشت سے پیدا ہوگا۔ایک مدت کے بعد میرا دوسرا نکاح ہوا۔اس سے میرا بیٹا شاہ ولی اللہ پیدا ہوا۔میں نے اس کا دوسرا نام قطب الدین رکھا (انفاس العارفین)

خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ بعد از وصال خود اپنی قبر سے گھوڑے پر سوار نکلے

شیخ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوا اور بہت عاجزی کے ساتھ آپ کے روبرو بیٹھ کر آپ کی

طرف متوجہ ہوا۔ یکا یک دیکھا کہ حضرت خواجہ ایک عربی گھوڑے پر سوار اپنی قبر سے باہر تشریف لائے۔ اس طرح کہ گھوڑے کا پچھلا نصف حصہ قبر میں تھا اور اگلا نصف حصہ مزار سے باہر تھا۔ آپ نے گھوڑے کو اتنی دور ہی چلایا۔ پھر مجھ سے فرمایا "وہ نسبت معیت تھی جو حضرت خواجہ باقی باللہ نے تم کو دی ہے، وہ انہوں نے مجھ سے لی ہے اور وہ نسبت میری نسبت ہے اس کو اچھی طرح محفوظ رکھو اور خود کو تم میرا ہی سمجھو اور یہیں سے تم واپس جاؤ۔ ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کی آمدورفت اپنے اوپر بند کردو۔ جو کچھ تم اس سفر میں تلاش کر رہے ہو، وہ تمہیں وہیں مل جائے گی" میں نے عرض کیا کہ "اب جبکہ میں چل پڑا ہوں تو ایک بار اکبر آباد ہو آؤں پھر واپس آ کر آپ نے جو فرمایا ہے اس پر عمل کروں گا" حضرت خواجہ نے فرمایا "جاؤ اور جلد واپس آ جاؤ"

(حضرات القدس حصہ دوم)

شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے بعد از وصال مولانا صدر الدین قونوی علیہ الرحمہ کو ایک خاص تجلی سے مشرف فرمایا

شیخ صدر الدین قونوی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میرے شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اپنی زندگی میں مجھے ایک خاص تجلی سے مشرف کرنا چاہتے تھے مگر اس پر قادر نہ ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد میں ان کے مزار پر گیا اور زیارت کر کے واپس آ رہا تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی محبت کا اس قدر مجھ پر غلبہ ہوا کہ قریب تھا کہ میں تمام کائنات سے بے خبر ہو جاؤں۔ اس حالت میں حضرت شیخ کی روح نہایت حسین صورت میں میرے سامنے آئی۔ گویا محض نور تھی اور اس وقت مجھے اس تجلی سے مشرف فرمایا جب مجھ کو افاقہ ہوا تو سلام اور معانقہ کیا اور فرمایا الحمدللہ! جس نے حجاب کو دور کیا اور احباب کو ملایا اور قصد و کوشش کو ناکام نہیں کیا (نزہۃ البساتین)

چار بزرگ اپنی قبور میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں

علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار میں شیخ عقیل منبجی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں۔ یہ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ علی قرشی رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا ہے کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندہ کی طرح تصرف فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (کتاب البرزخ، علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمہ، ص 184، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

سوال: اذان میں یا اذان کے علاوہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

جواب: سرکار کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔

✪ امام دیلمی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کلمات اذان کا جواب دیتے ہوئے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کے موقع پر "قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمِلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ" اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کے پورے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ

جس نے میرے دوست (ابوبکر) جیسا عمل کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی

(مسند دیلمی بحوالہ المقاصد الحسنہ ص 382)

✪ مفسر قرآن حضرت امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (متوفی 1137ھ)، امام ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (متوفی 387ھ) کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ نے بیان کیا۔ دس محرم الحرام بروز جمعہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ ستون کے قریب تشریف فرما ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہتے ہوئے انگوٹھے آنکھوں پر لگا لئے۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ الله

یارسول اللہ ﷺ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے۔ آپ ﷺ نے اذان مکمل ہونے کے بعد فرمایا "اے ابوبکر جس نے بھی شوق و محبت سے تجھ جیسا عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔ (تفسیر روح البیان جلد 7 ص 272)

✪ مفسر قرآن حضرت امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے المحیط کے حوالہ سے لکھا۔ نبی پاک ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ جب انہوں نے کہا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ الله یعنی یارسول اللہ ﷺ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کا اسم گرامی ہے۔ جب اذان ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوبکر! جو تم نے عمل کیا جو بھی اس طرح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا۔ (روح البیان، جلد 7، ص

(271

✪ مفسر اسماعیل حقی (متوفی 1137ھ) نے قصص الانبیاء وغیرہ کے حوالے سے لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ میرے حبیب محمد ﷺ کا نور تمہاری صلب میں ہے اور انہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں مبعوث کروں گا۔

فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ ﷺ (تو انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کے لئے عرض کیا) تو اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو ان کی انگلی شہادت اور بعض روایات کے مطابق ان کے انگوٹھوں میں منتقل کیا۔

فَقَبَّلَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ظَفَرِيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ

(تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومے اور اپنی آنکھوں سے لگا لئے)

حضور ﷺ کو سیدنا جبریل علیہ السلام نے جب اس واقعہ کی اطلاع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَمِعَ اِسْمِيْ فِي الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفَرِيْ اِبْهَامَيْهِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ اَبَدًا

(جس نے میرا نام اذان میں سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا وہ کبھی نابینا نہیں ہوگا)

امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہیں ''فَصَارَ اَصْلًا لِذُرِّيَّتِهٖ''

(تو یہ ان کی اولاد کے لئے اصل ودلیل ہے) (روح البیان جلد 7 ص 272)

✪ اعتراض اول۔روایت ضعیف ہے

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ امام عبدالرحمن سخاوی علیہ الرحمہ (متوفی 903ھ) نے نقل کر کے لکھا ''لَایُصِحُّ ''یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

جواب: حدیث کی تین اقسام ہیں۔صحیح، حسن اور ضعیف۔اگر کسی روایت کے بارے میں محدثین لکھیں یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حسن یا ضعیف ہے یعنی عدم صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث، حسن یا ضعیف بھی نہ ہو مثلا محدثین نے درج ذیل روایت ''اَکْلُ الطِّیْنِ حَرَامٌ'' یعنی مٹی کھانا حرام ہے۔ کے بارے میں لکھا ''لَایُصِحُّ'' یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

تو اس کے تحت امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ (متوفی 1014ھ) نے یہی ضابطہ آشکار کرتے ہوئے لکھا ''لَایَلْزَمُ مِنْ عَدَمِ صِحَّتِہٖ نَفْیُ وُجُوْدِ حُسْنِہٖ وَ ضُعْفِہٖ'' یعنی روایت کی عدم صحت سے اس کے حسن وضعیف ہونے کی نفی لازم نہیں آتی (الموضوعات کبیر ص 66)

دوسرے مقام پر شرب زمزم کی فضیلت پر دال روایت کے بارے میں لکھا۔اسے موضوع نہیں کہا جاسکتا ہاں ضعیف ہوسکتی ہے۔اگرچہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ''لَایُنَا فِیْ الضُّعْفَ وَالْحُسْنَ'' یعنی تو یہ اسکے ضعیف وحسن ہونے کے مخالف و منافی نہیں ہے (الموضات الکبیر ص 236)

بعینیہ یہی بات ہم زیر بحث روایت کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ہے تو اس سے اس کا حسن اور ضعف نہ ہونا لازم نہیں آتا۔اگر اسے ضعیف قرار دیا جائے تو پھر بھی حسب ضابطہ فضائل اعمال میں اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا اعتراض: مرفوع نہ ہونا

دوسرا اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ نے یہ لکھا کہ

لَایَصِحُّ فِیْ الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ ھٰذَا شَیْءٌ

یعنی اس مسئلہ میں کوئی صحیح مرفوع روایت موجود نہیں۔ (مقاصد حسنہ ص 384)

جواب: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کو مرفوع کہا جاتا ہے اور صحابہ کے قول کو موقوف' امام سخاوی علیہ الرحمہ کا مقصد اسی بات کو آشکار کرنا ہے کہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا کوئی ارشادِ گرامی درجہ صحت پر نہیں۔ گویا وہ کہنا چاہتے ہیں جو ثابت ہے اس میں ضعف ہے اور ہمیں اس سے انکار نہیں مگر پیچھے آچکا ہے کہ اس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا۔ مفسر قرآن امام اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (متوفیٰ 1137ھ) نے یہی اصولی گفتگو کرتے ہوئے لکھا۔

قَالَ الْاِمَامُ السَّخَاوِی فِی الْمَقَاصِدِ الْحَسَنَۃِ اِنَّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ.... یَقُوْلُ الْفَقِیْرُ قَدْ صَحَّ عَنِ الْعُلَمَاءِ تَجْوِیْزُ الْاَخْذِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ فِی الْعَمَلِیَّاتِ فَکَوْنُ الْحَدِیْثِ الْمَذْکُوْرِ غَیْرَ مَرْفُوْعٍ لَایَسْتَلْزِمُ تَرْکَ الْعَمَلِ بِمَضْمُوْنِہٖ

یعنی امام سخاوی علیہ الرحمہ نے المقاصد الحسنہ میں لکھا یہ حدیث بطور مرفوع صحیح نہیں۔ فقیر کہتا ہے علماء کے نزدیک اعمال میں حدیث ضعیف سے استدلال صحیح ہوتا ہے تو حدیث مذکور کا مرفوع نہ ہونا اس کے مضمون پر عمل سے مانع نہیں۔

اس پر عمل علماء وفقہاء اور صوفیاء کے حوالہ دیتے ہوئے لکھا۔

وَ کَفَانَا کَلَامُ الْاَمَامِ الْمَکِّیِّ فِیْ کِتَابِہٖ فَاِنَّہٗ قَدْ شَھِدَ الشَّیْخُ السُّھْرَوَرْدِیْ فِیْ عَوَارِفِ الْمَعَارِفِ بِوُفُوْرِ عِلْمِہٖ وَ کَثْرَۃِ حِفْظِہٖ وَقُوَّۃِ حَالِہٖ

یعنی اور ہمارے لئے امام (ابوطالب) مکی کی کتاب میں گفتگو ہی کافی ہے کیونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں ان کے وفور علم' کثرت حفظ اور قوت حال کی گواہی دی

ہے۔(بحوالہ:تفسیر روح البیان جلد 7ص272)

موقوف ہی مان لیں

ہم اسے موقوف ہی مان لیتے ہیں تو کیا صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا جبکہ تمام اُمّت کا اتفاق ہے صحابی کا غیر اجتہادی قول حکم مرفوع ہوتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (متوفیٰ 852ھ) لکھتے ہیں۔

مِثَالُ الْمَرْفُوْعِ مِنَ الْقَوْلِ حُکْماً مَا یَقُوْلُ الصَّحَابِیُ مَالاَ مَجَالَ لِلْاِجْتِہَادِ فِیْہِ

یعنی جب صحابی ایسی بات کہے جو اجتہادی نہ ہو تو وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہی ہوتی ہے۔

(بحوالہ: نزہۃ النظر، ص548)

حضرت امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ (متوفیٰ 1014ھ) نے زیر بحث روایت کے تحت امام سخاوی علیہ الرحمہ کی گفتگو اور مذکور اصول بیان کر کے معاملہ آشکار کر دیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

قَالَ السَّخَاوِی وَکُلُّ مَا یُرْوٰی فِیْ ھٰذَا فَلاَ یَصِحُّ

یعنی امام سخاوی علیہ الرحمہ نے لکھا اس مسئلہ میں جو کچھ مروی ہے اسکا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

اس پر لکھا

قُلْتُ وَاِذَا ثَبَتَ رَفْعُہٗ عَلَی الصِّدِیْقِ فَیَکْفِی الْعَمَلُ بِہٖ لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلاَۃُ وَالسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

یعنی میں کہتا ہوں کہ جب یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے تم پر میرا طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے۔

امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی اگلی بات بھی سن لیجئے۔

قِیْلَ لاَ یَفْعَلُ وَلاَ یُنْھٰی وَغَرَابَتُہٗ لاَ تَخْفٰی عَلٰی ذَوِی النُّھٰی

یعنی بعض نے کہا نہ کیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے لیکن اس بات کا عجیب ہونا اہل شعور پر مخفی نہیں (الموضوعات الکبیر' ص 210)

علماء کا عمل

یاد رہے کہ اُمّت کے اہل علم کا عمل بھی نہایت ہی اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اس سے بھی ضعیف حدیث کو تقویت ملتی ہے جبکہ بعض اوقات اہل علم وفضل کا عمل ہی کافی ہوتا ہے۔

✪ علمائے اُمّت کی معتبر کتب کے نام جس میں انگوٹھے چومنے کو جائز اور مستحب لکھا ہے۔

1: شرح نقایہ

2: ردالمحتار شرح درمختار جلد اول' باب الاذان صفحہ 267

3: طحطاوی علی مراقی الفلاح

علمائے اُمّت کے ارشادات

✪ حضرت امام سید احمد طحطاوی علیہ الرحمہ نے باب الاذان میں فائدہ کے عنوان کے تحت قہستانی کے حوالہ سے لکھا کہ کنز العباد میں ہے جب موذن سے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کے کلمات سنیں تو پہلی دفعہ کہیں "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو۔ اور دوسری دفعہ سن کر یہ پڑھیں۔

قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ اِبْهَامَيْهِ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ فِي الْجَنَّةِ

یعنی یارسول اللہ ﷺ آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں

پر رکھ کر کہئے اے اللہ! میرے سمع و بصر میں اضافہ کر، تو ایسے شخص کو حضور ﷺ جنت میں لے جائیں گے۔

اس پر مذکور حدیث کا حوالہ دیا۔

وَذَكَرَ دَيْلَمِيٌّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَسَحَ الْعَيْنَ

یعنی اور امام دیلمی علیہ الرحمہ نے الفردوس میں حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی ذکر کیا جس نے آنکھوں پر انگوٹھے رکھے۔ (حاشیہ طحاوی علی المراقی، ص 111)

✪ امام محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی 1252ھ) کے تتمہ عنوان کے تحت یہی گفتگو لکھی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَّةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ

یعنی مستحب یہ ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سن کر پڑھا جائے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله اور دوسری مرتبہ پڑھا جائے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ یعنی یارسول اللہ ﷺ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ نے کنز العباد اور فتاویٰ کا حوالہ دیا پھر کتاب الفردوس سے حدیث نبوی ذکر کی (بحوالہ: فتاویٰ شامی جلد 2 ص 84)

نقایہ کے شارح نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَّةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ الله وَعِنْدَ الثَّانِيَّةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ

یَارَسُوْلَ اللہِ

یعنی واضح رہے اذان میں اولاً شہادت رسالت کے جواب میں یہ کہنا مستحب ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ دوسری مرتبہ کے جواب میں یوں کہا جائے قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَارَسُوْلَ اللہِ (بحوالہ: فتاویٰ رضویہ جلد 5 ص 435)

سوال: کیا اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا جائز ہے؟

جواب:......درود وسلام ہر جگہ ہر وقت ہر گھڑی پڑھنا جائز ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

القرآن:......اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔(سورۂ احزاب، آیت 56 پارہ 22 ترجمہ البیان)

اس آیت میں کسی وقت کسی جگہ کو معیّن نہیں کیا گیا بلکہ مطلق ارشاد ہے کہ خوب درود وسلام پڑھو پھر اذان سے پہلے پڑھنے پر اعتراض کیوں؟

حدیث شریف:......حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کیا اس نے کہا کہ میرا گھر مسجد نبوی کے گرد طویل ترین گھر تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ میرے گھر کی چھت پر فجر کی اذان دیتے تھے، پس آپ سحر کے وقت آجاتے، چھت پر بیٹھ کر طلوعِ صبح صادق کو دیکھتے رہتے پس جب آپ دیکھتے کہ صبحِ صادق کی روشنی پھیل گئی ہے تو پھر یہ پڑھتے "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحْمَدُکَ وَاسْتَعِیْنُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیْمُوْا دِیْنَکَ"

ترجمہ: "اے اللہ تعالیٰ! میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں اس بات پر کہ قریش تیرے دین کو قائم کریں۔"

پھر اذان دیتے۔ انصاری عورت نے کہا کہ خدا تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک رات بھی یہ کلمات چھوڑے ہوں۔ (بحوالہ: سنن ابی داؤد، جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث 516، ص 236، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حضرت امام حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(الدرایہ صفحہ 120)

کتاب تنویر الحوالک میں تو ان کلمات کے ساتھ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔

اگر اذان سے پہلے کچھ پڑھنا یا درود وسلام پڑھنے سے اذان میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اذان دعوتِ ناقص واقع ہوتی ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہا جائے گا؟

انصاری عورت کہتی ہے کہ میرے علم کے مطابق اُنھوں نے کبھی اذان سے پہلے ان کلمات کو نہیں چھوڑا۔ کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کو اَللّٰھُمَّ سے شروع سمجھا جائے گا؟

رفتہ رفتہ اذان سے پہلے دعا کا سلسلہ چلتا رہا بالآخر سلطان ناصر صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ نے 781ھ میں اذان سے قبل درود وسلام کی ابتداء کروائی۔ حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کے دور میں اذان سے پہلے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھتے تھے (کشف الغمہ)

سوال: کن محدّثین نے اذان سے قبل درود وسلام کو جائز لکھا ہے؟

جواب:......اس اُمّت کے چار بڑے محدثین جن کو تمام مسلمان مانتے ہیں اُنھوں نے اذان سے قبل درود وسلام کو جائز لکھا ہے۔

1)......حضرت امام شُعرانی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف کشف الغمّہ میں جائز لکھا۔

2)......حضرت امام حجر شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی فتاویٰ کی کتاب فتاویٰ کُبریٰ میں جائز لکھا۔

3)......امام مُلاّ علی قاری علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقات میں جائز لکھا۔

اذان سے قبل درود وسلام پڑھنے کو بدعت کہنے والے کوئی ایک محدّث کا حوالہ بھی نہیں لا سکے۔

سوال: کیا اذان کے بعد درود وسلام پڑھنا جائز ہے؟

جواب:......جی ہاں اذان کے بعد درود وسلام پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

الحدیث:......حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سنو تو وہی کلمات تم بھی کہو پھر مجھ پر درود شریف بھیجو۔ اس لئے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ مانگو بے شک وہ جنت کا ایک درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لئے ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہی ہوں اور جو آدمی میرے لئے وسیلہ مانگے اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوگئی۔

(بحوالہ: ترمذی شریف جلد دوم، ابواب المناقب، رقم الحدیث 1549 صفحہ 669 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

اس حدیث شریف میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اذان کے بعد درود وسلام پڑھو۔

سوال: نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟

جواب: امام جب مسجد کے اندر ہو یعنی محراب کے قریب ہو تو اس وقت حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کی سنت ہے اور فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہے جبکہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا (جیسا کہ موجودہ دور میں کچھ لوگ اللہ اکبر سنتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں) علمائے اُمّت کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔

سوال: حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حدیث شریف سے ثابت کریں؟

جواب: نبی پاک ﷺ کا حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے۔

حدیث شریف: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ حجرۂ اقدس میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ (مصنف عبدالرزاق، جلد اول، ص 481، مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت، المعجم الکبیر طبرانی، جلد 23، ص 244، حدیث شریف نمبر 485، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق، کنزالعمال جلد 8، ص 362، حدیث نمبر 23273، مطبوعہ بیروت)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہتے تھے تو رسول پاک ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہو جاتے (البحر الزخار المعروف بمسند البزار، جلد 8، ص 298، حدیث نمبر 3381، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورہ، السنن الکبریٰ بیہقی جلد 3، ص 35، حدیث نمبر 2297، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سوال: صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ’’حی علی الفلاح‘‘ پر کھڑا ہونا ثابت کریں؟

جواب: کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا ثابت ہے۔

1: امام بیہقی لکھتے ہیں۔ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت ’’قد قامت الصلوٰۃ‘‘ کہا جاتا تو آپ تیزی سے کھڑے ہوجاتے (سنن الکبریٰ للبیہقی، جلد 2، ص 20، حدیث نمبر 2380)

2: مئوذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے (مصنف عبدالرزاق جلد اول، ص 550، حدیث نمبر 1937)

3: حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے جونہی موذن نے اقامت کہنا شروع کی۔ ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ پس جب مئوذن ’’قد قامت الصلوٰۃ‘‘ کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق جلد اول، جلد اول، ص 506، حدیث 1940)

تابعین کرام کا عمل:

1: امام ابنِ جریح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے پوچھا، لوگ کہتے ہیں کہ جب مئوذن ’’قد قامت الصلوٰۃ‘‘ کہنے لگے تو لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے؟ فرمایا ہاں

درست ہے (مصنف عبدالرزاق' جلداول' ص 505' حدیث 1936' مطبوعہ بیروت)

2: امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد امام ابوبکر بن ابن شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب تک مئوذن ''قدقامت الصلوٰۃ'' نہ کہتا حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے (مصنف ابنِ ابی شیبہ جلداول' ص 406' حدیث 4122)

3: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ جب مئوذن (اقامت میں) حی علی الصلوٰۃ کہتا تو کھڑے ہوتے اور مئوذن جب قدقامت الصلوٰۃ کہتا تو تکبیر کہتے (مصنف ابن ابی شیبہ جلداول' ص 442' حدیث 4091' مطبوعہ بیروت)

4: حضرت ابوعبید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ مقام (حناصرہ) میں' میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے سنا جس وقت مئوذن ''قدقامت الصلوٰۃ'' کہتا تو فرماتے کھڑے ہوجاؤ' نماز قائم ہوگئی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم 4121' ص 406)

5: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے (اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جس وقت ''قدقامت الصلوٰۃ'' کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہوجایا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق' جلداول' ص 506' رقم 1939' مطبوعہ بیروت)

6: علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام ومقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب ''موذن حی علی الفلاح'' کہے (بدائع الصنائع جلداول' ص 200' مطبوعہ مصر)

7: امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ میں نے قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط جلداول' ص 18' مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

8:علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی حضرات جب مئوذن حی علی الفلاح کہے‘ اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ‘ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک بھی یہی ہے۔ (فتاویٰ شامی جلد 2‘ ص 177‘ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سوال: ’’حی علی الصلوٰۃ‘‘ سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب: اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا صحابہ کرام‘ تابعین اور فقہاء کرام کے نزدیک مکروہ ہے۔

1= حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مئوذن جب تک قد قامت الصلوٰۃ نہ کہے‘ نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو (کشف الغمہ‘ جلد 5‘ ص 154‘ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

2= حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مئوذن نے اقامت کہنا شروع کردی تو ہم کھڑے ہوگئے تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ‘ جب مئوذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق‘ جلد اول‘ ص 506‘ رقم الحدیث 1940‘ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت‘ جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی‘ جلد 20‘ ص 391‘ رقم الحدیث 17360‘ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

3= امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے (مصنف: امام ابنِ ابی شیبہ‘ جلد اول‘ ص 443‘ رقم 4099‘ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

4= حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الفلاح کہے تو اس وقت چاہئے کہ لوگ کھڑے ہوجائیں پھر صفیں درست کریں (کتاب الآثار امام محمد' جلد اول' ص 107' مطبوعہ بیروت)

5= حضرت مُلّا نظام الدین علیہ الرحمہ فتاویٰ عالمگیری میں فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے' بیٹھ جائے اور اس وقت کھڑا ہو جب موذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے (فتاویٰ عالمگیری' کتاب الصلوٰۃ' جلد اول' ص 57' مطبوعہ کوئٹہ)

6= علامہ سید احمد طحطاوی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے' کھڑے ہوکر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے (طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح' جلد اول' ص 186' مطبوعہ مصر)

7= علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ آدمی کے لئے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' پر پہنچے تو کھڑا ہوجائے (ردالمحتار علی درمختار' جلد اول' ص 295' مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

سوال: احادیث و روایات میں تین اصول ہیں حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح اور قد قامت الصلوٰۃ۔ ہم کب کھڑے ہوں؟

جواب: حی علی الصلوٰۃ پر آہستہ آہستہ کھڑا ہونا شروع ہو اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' پر مکمل کھڑا ہوجائے۔ اس طرح تینوں اقوال پر عمل ہوجائے گا

سوال: بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اقامت بیٹھ

کر سنیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

جواب: سب سے پہلی بات یاد رکھئے گا کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونے کے بعد بھی کافی وقت ہوتا ہے اقامت ختم ہونے کے بعد بھی امام صاحب صفیں درست کرواتے ہیں لہٰذا یہ بہانہ بنا کر کہ صفیں درست نہیں ہوتیں' اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہوجانا یہ فقط دل کو بہلانے کے لئے ہے۔

حضور ﷺ' صحابہ کرام علیہم الرضوان' تابعین اور علمائے اُمّت جو کہ حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح اور قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے تھے' کیا انہیں صفیں درست کرنے کی فکر نہ تھی؟

معلوم ہوا کہ ہمیں لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے بلکہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے۔

سوال: بزرگوں کی کھڑے ہوکر تعظیم کرنا اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شریعت میں کیسا ہے؟

جواب:...... بزرگوں اور علماء ومشائخ کی کھڑے ہوکر تعظیم کرنا اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا سُنّتِ صحابہ واہلبیت ہے۔

الحدیث:...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑی ہوجاتیں اور آپ ﷺ کے دستِ پاک کو پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، سرکارِ اعظم ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھڑے ہوجاتے اور اُن کے ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔

(اور سرکارِ اعظم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب قوم کا بزرگ آئے تو اُس کی عزت کرو)۔(از

کتاب: ادب المفرد للبخاری صفحہ 192، مصنّف، حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی کھڑے ہوکر تعظیم کرنا جائز ہے اب دست بوسی پر مزید احادیث ملاحظہ ہوں۔

الحدیث:......حضرت زارع صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم (وفد عبدالقیس) مدینہ منورہ جب حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے جلدی اُترتے تھے اور سرکارِ اعظم ﷺ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک چومتے تھے۔

(ابوداؤد شریف' جلد سوم' ابواب السلام' حدیث نمبر 1784 'ص 641 'مطبوعہ فرید بک لاہور)

دلیل:......حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ادب المفرد میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے سرکارِ اعظم ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چُھوا ہے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (کتاب: ادب المفرد صفحہ 194)

دلیل:......حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (اپنے چچا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک اور پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔

(کتاب: ادب المفرد صفحہ 195، مصنّف: امام بخاری علیہ الرحمہ)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا یہ سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کا مختار اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے؟

جواب:...... بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کا مختار اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے

اللہ تعالیٰ اپنا ملک جِسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے:

القرآن: قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ۔

ترجمہ: یوں عرض کر۔ اے اللہ ملک کے مالک تو جِسے چاہے سلطنت دے۔

(آلِ عمران، آیت 26، پارہ 3)

اللہ تعالیٰ کے پرہیزگار بندے جنت کے مالک ہیں:

القرآن: تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا o

ترجمہ: یہ وہ جنت ہے جس کا مالک ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیزگار رہے۔

(سورۂ مریم، پارہ 16، آیت 63)

اللہ تعالیٰ کی عطا پر کوئی پابندی نہیں:

القرآن: وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا o

ترجمہ: اور تمہارے ربّ پر کوئی پابندی نہیں۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 20، پارہ 15)

اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی ہر چیز اپنے خاص بندوں کے تابع کردی ہے:

القرآن: اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

ترجمہ: آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسخّر کردی ہے اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دیں۔

(سورۂ لقمان، پارہ 21، آیت 20)

القرآن: اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ o (سورۂ کوثر، آیت 1، پارہ 30)

ترجمہ: اے محبوب ﷺ! بیشک ہم نے ساری کثرت تمہیں عطا فرمائی۔

اب احادیث ملاحظہ ہوں۔

الحدیث :......حضرت عُقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِاعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی اعطیت مفاتیع خزائن الارض اومفاتیع الارض۔

ترجمہ: بیشک مجھے زمین کے خزانے کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم، ص 585وص 975، صحیح مُسلم جلد دوم ص 250، مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص 547)

الحدیث :......سرکارِاعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بینا انا اوتیت بمفا تیع خزائن الدنیا۔

ترجمہ: میں سورہا تھا کہ تمام خزائنِ دنیا کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔(بخاری و مُسلم، کنوز الحقائق للمناوی جلداوّل صفحہ 100)

درج ذیل احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خزانے کی کنجیاں عطا فرمادی ہیں۔

سوال: کیا سرکارِاعظم ﷺ کو تقسیم کرنے کا بھی اختیار ہے؟

جواب:......جی ہاں سرکارِاعظم ﷺ کو تقسیم کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے چنانچہ خود سرکارِاعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

الحدیث :......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِاعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (ﷺ) تقسیم کرتا ہوں۔(بحوالہ: بخاری شریف جلداوّل، صفحہ 16، مشکوٰۃ شریف، صفحہ 32)

الحدیث :......ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام ''محمد'' رکھا۔ ہم نے اس سے کہا، ہم تمہیں اس وقت تک سرکارِ

اعظم ﷺ کے نام جیسا نام نہیں رکھنے دیں گے، جب تک تم نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت حاصل نہ لے لو۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ میرے ہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اللہ کے رسول کے نام جیسا رکھا ہے اور میری قوم اس وقت تک مجھے یہ نام نہ رکھنے دے گی جب تک مجھے نبی اکرم ﷺ سے اس کی اجازت نہ مل جائے (راوی کہتے ہیں) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میرے نام جیسا نام رکھ لو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔ کیونکہ مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے اور میں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں''۔

(بحوالہ: مسلم شریف، جلد 3، کتاب الادب، رقم الحدیث 5472 صفحہ 126 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

الحدیث:......سرکارِ اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا) میں ہی قاسم اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ (صحیح مُسلم، جلداوّل صفحہ 333)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور سرکارِ اعظم ﷺ تقسیم فرماتے ہیں لہٰذا ہمیں جو کچھ ملتا ہے سب بارگاہِ رسالت ﷺ سے ملتا ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شریعت کا بھی مختار بنایا ہے؟

جواب:......جی ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شریعت کا بھی مختار بنایا ہے۔

چنانچہ احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

الحدیث:......حضرت نصر بن عاصم لیثی رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ وہ صرف دو وقت کی نمازیں پڑھا کریں گے تو سرکارِ اعظم ﷺ نے ان کی شرط قبول کر لی۔ (بحوالہ: مسند احمد شریف)

الحدیث :......ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی (سلمان بن صحر بیاض) نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ذلیل نے رمضان المقدس میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس غلام ہے جس کو تم آزاد کرو؟ اس شخص نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلسل دو مہینے روزہ رکھنے کی استطاعت ہے؟ اس شخص نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اتنا کھانا رکھتے ہو جو ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکو؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ راوی نے کہا حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق بمعنی زنبیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اپنی طرف سے (مسکینوں کو) کھلا دے۔ اس شخص نے عرض کیا جو ہم سے زیادہ محتاج ہو اس پر صدقہ کروں۔ مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں (یعنی جانب شرقی اور جانب غربی) کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (بخاری جلد اول، کتاب الصوم، رقم الحدیث 1809، صفحہ 778، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:......شریعت کا قانون ہے کہ اپنی بیوی سے حالت روزہ میں جماع کرنے پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہے مگر رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کی عطا سے قانون شریعت بدل دیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ مختار کل ہیں۔

الحدیث :......ترجمہ: ابوبکر بن ابی شیبہ، زید بن الحباب معاویۃ بن صالح، حسن بن جابہ مقدام بن معدیکرب الکندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو جواب میں کہے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے، اسے حلال جانیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے۔ آگاہ ہو جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ

جلداول، باب تعظیم حدیث رسول والتغلیظ علی من عارضہ، رقم الحدیث 12 صفحہ 34 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

الحدیث:......ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ اُن کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے مکا مار دیا۔ اس کی آنکھ باہر آ گئی، وہ واپس اپنے پروردگار کی بارگاہ میں گیا اور عرض کی تو نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ واپس کی اور فرمایا۔ اس کے پاس دوبارہ جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی پشت پر رکھے۔ اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال ہوں گے ان میں سے ہر ایک بال کے عوض میں ایک برس (کی زندگی اسے عطا کی جائے گی۔ فرشتے نے یہ پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچایا) تو انہوں نے دریافت کیا۔ اے میرے پروردگار! پھر کیا ہوگا؟ اس نے فرمایا، پھر موت ہوگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ پھر ابھی (ٹھیک ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ اللہ تعالیٰ انہیں ارض مقدس (فلسطین) سے اتنا قریب کر دے (کہ وہاں سے ارض مقدس میں) پتھر پھینکا جا سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر میں وہاں موجود ہوتا تو عام گزرگاہ کے ایک طرف، سرخ ٹیلے کے نیچے ان کی قبر تمہیں دکھاتا۔

(بحوالہ: مسلم شریف، جلد سوم، کتاب الفضائل رقم الحدیث 6025 صفحہ 283 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:......اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا میں جلوہ گر رہیں یا اپنے رب عزوجل سے ملاقات کریں۔

الحدیث:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہر سال حج فرض ہے فرمایا نہیں! اگر میں ہاں کہہ

دیتا تو ہر سال فرض ہوجاتا۔(ترمذی، عربی، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر 3055، ص688، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)

جس رسول ﷺ کے "ہاں" اور "نہیں" فرمانے سے کوئی بات شریعت ہوجائے تو اس رسول اعظم ﷺ کے اختیارات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے الغرض سرکارِ اعظم ﷺ اپنے رب کریم کی عطا سے مختارِ کُل ہیں جس کو بھی جو چاہیں جب چاہیں عطا کردیں۔

سوال: ایصالِ ثواب کی کیا تعریف ہے؟

جواب:......ایصالِ ثواب کا معنیٰ ہے ثواب پہنچانا۔ایک زندہ شخص دوسرے زندہ شخص کو کھانا کھلا سکتا ہے، پانی پلا سکتا ہے، کپڑا پہنا سکتا ہے، ثواب ایصال کرسکتا ہے اور ہر قسم کا فائدہ پہنچا سکتا ہے اِسی طرح انسان کے مرنے کے بعد بھی ایک مسلمان نیکی کرکے اس کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچا سکتا ہے اگر مرحوم گنہگار ہے تو یہ ثواب اس کے گناہوں کو مٹانے والا ہوگا اور اگر مرحوم نیک تھا تو یہ ثواب اس کے لئے درجات میں بلندی کا ذریعہ بنے گا۔

سوال: ایصالِ ثواب کرنا کیا میّت کو پہنچتا ہے؟

جواب:......میت کو ایصالِ ثواب ضرور پہنچتا ہے بلکہ احادیث میں سرکارِ اعظم ﷺ نے خود ایصالِ ثواب کی تلقین فرمائی۔

الحدیث:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان دار آدمی مرنے کے بعد اپنے اعمال اور حسنات کو پاتا ہے خواہ کوئی علم ہو جو دوسروں کو پڑھایا ہو، پھیلایا ہو یا فرزندِ صالح جو اس نے پیچھے چھوڑا ہو۔ یا قرآن مجید جو کسی دوسرے کے مِلک کردیا ہو۔ یا مسجد جس کو اس نے تعمیر کیا ہو۔ یا کوئی مہمان سرا جو مسافروں کے لئے تعمیر

کیا ہو۔ یا نہر جو اس نے جاری کی ہو۔ یا صدقہ جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت کی حالت میں فی سبیل اللہ نکالا ہو۔ (بحوالہ: ابنِ ماجہ)

الحدیث:...... حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں (مرحومین) پر سورۂ یٰسین شریف پڑھا کرو۔ (ابوداؤد شریف)

الحدیث:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندے کے درجے جنت میں بلند کرتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار ﷻ! یہ درجے کیوں کر بلند ہوئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے کے تیرے لئے استغفار کرنے کے سبب سے۔ (بحوالہ: احمد)

معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنے نہ صرف میّت کو ثواب پہنچتا بلکہ اس کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔

سوال: سوئم اور چہلم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:...... سوئم اور چہلم مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کا ایک ذریعہ ہے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت اور خیرات وغیرہ کا سلسلہ تو میّت کے انتقال کے وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے لیکن چونکہ شرعاً تعزیت کا وقت تین دن ہے اس لئے تعزیت کے آخری دن لوگ زیادہ تعداد میں جمع ہو کر تلاوتِ قرآن مجید، کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھ کر میّت کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

دلیل:...... جب کوئی مسلمان وفات پاتا ہے تو اسے شروع کے دنوں میں ایصالِ ثواب کی زیادہ حاجت ہوتی ہے اس لئے برصغیر کے محدّث تیرھویں صدی کے مجدّد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میت کے انتقال کے بعد سات روز تک صدقہ کیا جائے۔ جمعہ کی رات کو میّت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے

اس کے گھر والے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔(بحوالہ:اشعۃ اللمعات)

دلیل:...... برصغیر کے نامور محدّث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے سوئم کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے ملفوظات میں صفحہ نمبر 80 پر لکھتے ہیں کہ اُن کے سوئم میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار نہیں ہوسکتا۔اکیاسی قرآن مجید تلاوت کئے گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئے ہوں گے،کلمہ طیّبہ تو اتنے پڑھے گئے کہ جس کا کوئی اندازہ نہیں۔

سوال: سوئم ، چہلم کے موقع پر دن ، وقت اورتاریخ مقرر کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:...... کسی بھی دینی تقریب کے لئے دن ، وقت اورتاریخ مقرر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے دن کا تعیّن کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ مقررّہ تاریخ اور وقت پر لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اس طرح سب اجتماعی دعا میں شریک ہوجاتے ہیں۔

سوئم اور چہلم کا انکار کرنے والے اپنے تبلیغی اجتماعات کے لئے دن اور وقت مقررّ کرتے ہیں،آخری اجتماعی دعا کے لئے وقت مقررّ، جلسے اور کانفرنس کے لئے دن اور وقت مقررّ،ختم بخاری کے لئے دن اور وقت مقررّ، مدارس کے اساتذہ کی تنخواہوں کی تاریخ مقررّ الغرض کہ ایصالِ ثواب کے ایّام کو بدعت کہہ کر اپنے گھروں کو بھی نہیں بچا سکیں گے لہٰذا تسلیم کرلو کہ مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے سوئم اور چہلم جائز ہے۔

دیوبندی علماء کا سوئم ،چہلم کو جائز لکھنا:

1)......مولوی اسمٰعیل دہلوی دیوبندی اپنی کتاب صراطِ مستقیم کے صفحہ 221 پر لکھتا ہے کہ

روزانہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ اور قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ کی فاتحہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔

2)......دیوبندی علماء کے پیر صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی صاحب کہتے ہیں کہ میں بزرگوں کا چہلم، سوئم، دسویں، بیسویں، فاتحہ اور ایصالِ ثواب کا انکار نہیں کرتا ہوں۔

(کتاب کلیاتِ امدادیہ باب فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ 82)

سوال: فاتحہ کِسے کہتے ہیں؟

جواب:......مسلمان کے انتقال کے بعد قرآنِ مجید کی تلاوت یا کلمہ شریف اور درود شریف کی قرأت اور دوسرے اعمالِ صالحہ یا کھانے کپڑے وغیرہ صدقہ کرنے کا جو ثواب پہنچایا جاتا ہے اُسے عرف میں فاتحہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سوال: طعام پر فاتحہ پڑھنا اور طعام کو سامنے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:......قرآن مجید شفا اور رحمت ہے لہٰذا یہ کلام جس کھانے پر پڑھا جائے اسے بھی شفا اور رحمت والا بنا دیتا ہے۔

القرآن:......ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔ (سورۂ انعام، آیت 118)

الحدیث:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھا اور دُعا فرمائی۔ (بحوالہ: بخاری و مُسلم شریف)

الحدیث:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں لوگ جب گرسنہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں کا بچا کھچا کھانا منگوایئے اور اس کھانے

پر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کیجئے۔سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا ہاں ! آپ ﷺ نے دستر خوان بچھوایا اور فرمایا کسی کے پاس جو کچھ بچا ہے لے آؤ۔کوئی مُٹھی بھر جوار لایا کوئی مُٹھی بھر کھجور لایا کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا یہاں تک کہ دستر خوان پر تھوڑا بہت ذخیرہ ہوگیا پھر آپ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو۔

(بحوالہ: مُسلم شریف)

معلوم ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ یا کچھ پڑھنا سُنّتِ سرکارِ اعظم ﷺ ہے۔

سوال : بزرگوں کی کھڑے ہوکر تعظیم کرنا اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شریعت میں کیسا ہے؟

جواب:...... بزرگوں اور علماء و مشائخ کی کھڑے ہوکر تعظیم کرنا اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینا سُنّتِ صحابہ و اہلبیت ہے۔

الحدیث:...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جب سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑی ہوجاتیں اور آپ ﷺ کے دستِ پاک کو پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ، سرکارِ اعظم ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کھڑے ہوجاتے اور اُن کے ہاتھوں کو پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے ۔(اور سرکارِ اعظم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب قوم کا بزرگ آئے تو اُس کی عزت کرو)۔

(از کتاب: ادب المفرد للبخاری صفحہ 192 ،مصنّف ،حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی کھڑے ہوکر تعظیم کرنا جائز ہے اب دست بوسی پر مزید احادیث ملاحظہ ہوں۔

الحدیث:......حضرت زارع صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم (وفد عبدالقیس) مدینہ منورہ جب حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے جلدی اُترتے تھے اور سرکارِ اعظم ﷺ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک چومتے تھے۔ (ابوداؤد شریف)

دلیل:......حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ادب المفرد میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ نے سرکارِ اعظم ﷺ کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (کتاب: ادب المفرد صفحہ 194)

دلیل:......حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ (اپنے چچا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک اور پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔ (کتاب: ادب المفرد صفحہ 195، مصنّف: امام بخاری علیہ الرحمہ)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا یہ سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کا عُرس منانا صحیح ہے؟

جواب:......اولیاء اللہ کی سالانہ یاد منانے کو عُرس کہا جاتا ہے اس موقع پر اُن کے مزارات پر محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا ہے جو کہ صاحبِ عُرس کو ایصال کیا جاتا ہے۔

القرآن:......وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ وَيَوۡمَ يُبۡعَثُ حَيًّا

ترجمہ: اور سلامتی ہے یحییٰ پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وصال کرے گا اور جس دن زندہ اُٹھایا جائے گا۔ (سورۂ مریم، آیت 15، پارہ 16)

القرآن:...... وَ السَّلَامُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا۔

(سورۂ مریم، آیت 33 پارہ 16)

ترجمہ: اور مجھ پر سلامتی ہو میرے میلاد کے دن اور میرے وصال کے دن اور جس

دن میں زندہ اُٹھایا جاؤں گا۔

ان آیات میں بوقتِ وصال کوسلامتی کے ساتھ ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ یوم وصال کی سلامتی حضرات انبیاءِ کرام علیہم السّلام و اولیاء اللہ کی اُمّت کے اور بعد والوں کے حق میں یادگار رہے تو اسی یوم وصال کی یادگار کا نام عرس ہے لہٰذا عرس کی اصل ان آیات سے ثابت ہوگئی اب احادیث سے ثابت کرتے ہیں۔

الحدیث:......امام بخاری علیہ الرحمہ کے اُستاد حضرت ابنِ ابی شیبہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل فرمائی ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ ہر سال شہداء کے مزارات پر جا کر اُن کو سلام کرتے اور سرکارِ اعظم ﷺ کی سنّت ادا کرنے کے لئے چاروں خلفائے راشدین بھی ایسا کرتے۔

(مقدمۂ شامی جلد اوّل)

الحدیث:......سرکارِ اعظم ﷺ نے شہدائے احد کی زیارتِ قبور کے لئے ہر سال تشریف لاتے اور جب شعیب کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے السّلام علیکم (انی اخرہ)

میں تم پر سلامتی ہے اس کے بدلے میں جو تم نے صبر کیا تو کیا اچھی ہی حالت تمہاری قیام گاہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، ہر سال اسی طرح کرتے رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں اور دعا کرتی تھیں۔

(بحوالہ: رواہ البیہقی از شرح الصدور صفحہ 87)

ان احادیث میں یہ تو صاف موجود ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ ہر سال احد میں تشریف لاتے اور شہداء کے مزارات کی زیارت کرتے اور اسی دن آتے جو دن اُن کی شہادت کا ہوتا معلوم ہوا کہ مزارات پر سالانہ حاضری، سلام پیش کرنا اور دعائیں کرنا سرکارِ اعظم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنّت ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ما ثبت من السنہ میں فرمایا

"بعض مغرب کے مشائخ متاخرین نے ذکر کیا کہ وہ دن جس میں جناب الٰہی میں پہنچے اس میں خیر و برکت اور نورانیت کی اور ایّام سے زیادہ اُمید کی جاتی ہے تو یہ عُرس متاخرین کی مستحسن کی ہوئی چیزوں سے قرار پایا"۔ (کتاب: ماثبت من السنہ)

سوال: میّت کی پیشانی یا کفن پر کلمہ طیّبہ یا آیاتِ قرآنی لکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب:……قرآنِ مجید رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہے۔

القرآن:…… وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 82، پارہ 15)

ترجمہ: اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو رحمت اور شفا ہے ایمان والوں کے لئے اور وہ نہیں زیادہ کرتا ظالموں کے لئے مگر نقصان کو۔

القرآن:…… يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

(سورۂ یونس، آیت 57، پارہ 11)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آ گئی اور شفا ہر اس بیماری کے لئے جو سینوں میں ہے اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔

دلیل:……اللہ تعالیٰ کا کلام رحمت ہے اور یہ جہاں پڑھا جائے لکھا جائے وہاں پر اس جگہ پر بھی رحمتیں نازل ہوتی ہیں لہٰذا میّت کی پیشانی یا کفن پر شہادت کی انگلی سے کلامِ الٰہی لکھنا میّت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

دلیل:……امام ترمذی حکیم ابن علی علیہ الرحمہ نے نوادر الاصول میں ایک دعا سے متعلق اس

طرح روایت کی ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذابِ قبر نہ ہوگا اور نہ ہی منکر نکیر کو دیکھے گا۔

دلیل:......فتاویٰ کبریٰ للمکی میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ اس دعا کی اصل یہ ہے اور فقیہ ابن عجیل علیہ الرحمہ اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے اونٹوں پر اسے لکھا جاتا تھا۔

وہ دعا یہ ہے:

"لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللّٰہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ اِلا باللّٰہ العلی العظیم۔"

سوال: قبر میں شجرہ، عہد نامہ اور نعلِ پاک رکھنے کی اصل کیا ہے؟

جواب:......قبر میں شجرہ اور عہد نامہ رکھنے سے اس کی برکتیں میّت کو ملتی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے کلامِ الٰہی اور بزرگوں کے تبرکات کی برکتیں آدمی ہر جگہ پاتا ہے۔

دلیل:......سورۂ یوسف میں ہے (حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا) میری قمیص لے جا کر والد ماجد (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے منہ پر ڈال دو وہ انکھیارے ہو جائیں گے۔

حدیث شریف:...... بخاری شریف جلد اوّل کتاب الجنائز باب من اعد الکفن میں ہے کہ ایک دن سرکارِ اعظم ﷺ تہبند شریف میں ملبوس باہر تشریف لائے کسی نے تہبند شریف سرکارِ اعظم ﷺ سے مانگ لیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس (مانگنے) والے سے کہا کہ سرکارِ

اعظم ﷺ کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رَد کرنا (منع کرنا) سرکارِ اعظم ﷺ کی عادت نہیں ہے پھر تم نے کیوں یہ کام کیا اُنہوں نے کہا۔

''اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اسے اپنے پہننے کے لئے نہیں لیا۔ میں نے تو اس لئے مانگی کہ (یہ تہبند) میرا کفن ہو، حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اس کا کفن ہوا۔

معلوم ہوا کہ جس چیز کو کسی نیک ہستی سے نسبت ہو جائے اس کو قبر میں ساتھ لے جانا سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ عہد نامہ اور شجرہ شریف میّت کے اُوپر نہ رکھا جائے؟

جواب:......علماء کرام اور فقہاء کرام نے میّت کے اُوپر شجرہ اور عہد نامہ اور تبرکات وغیرہ رکھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ میّت کا پھولنا اور پھٹنا اس کے جسم کے عوارضات سے ہے تو ایسی صورت میں ان برکت والے الفاظ کا وہاں ہونا بے ادبی ہوگی اس لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ قبر کے ایک طرف محراب نما جگہ بنالی جائے اور احتیاط کے ساتھ شجرہ اور عہد نامہ وغیرہ اُس جگہ رکھ دیا جائے تاکہ ادب ملحوظ رہے۔

سوال: آپ لوگ سرکارِ اعظم ﷺ کی اتنی تعریف کرتے ہوئے یوں لگتا ہے جیسے آپ نے سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیا؟ (معاذ اللہ)

جواب:......مسلک اہلسنّت پر یہ الزام ہے ہم سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا محبوب مانتے ہیں۔

الزام لگانے والوں سے ہمارا ایک سوال ہے کہ الزام لگانے والے ہمیں اللہ تعالیٰ کی حد بتادیں ہم اس حد سے سرکارِ اعظم ﷺ کو نہیں بڑھائیں گے؟ الزام لگانے سے پہلے سوچ

لیا ہوتا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی عداوت میں آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی حد متعین کر رہے ہو۔

نادان لوگ مقامِ مصطفی ﷺ سے نا آشنا ہیں آج تک مقامِ مصطفی ﷺ کو کوئی سمجھ نہیں سکا سرکارِ اعظم ﷺ کی حقیقت کو سوائے رب تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

القرآن:......وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ O (سورۂ الم نشرح، آیت 4 پارہ 30)

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔

فائدہ:......اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اتنا بلند کیا، اتنا بلند کیا کہ اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔

الحدیث:......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میری حقیقت کو سوائے میرے رب جل جلالہ کے کوئی نہیں جانتا۔

فائدہ:......سرکارِ اعظم ﷺ نے یہ بات اس ہستی سے کہی جس ہستی سے زیادہ کائنات میں مقامِ مصطفی ﷺ کو کوئی نہیں جانتا، مطلب یہ کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حقیقتِ مصطفی ﷺ نہیں جان سکتے تو ہم کیا جان سکیں گے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کا جو مقام صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہلبیتِ اطہار اور اولیاء کرام نے بیان فرمایا ہے یہ سب اُن کے مطالعے کی حد ہے اُن کی عقل وفہم کی حد ہے سرکارِ اعظم ﷺ کا مقام تو اس سے بھی بلند و بالا ہے۔

ہم سرکارِ اعظم ﷺ کی شان و مقام بیان کر کے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جس رحمن کے پیدا کئے ہوئے محبوب ﷺ کی اس قدر شان ہے تو خود ذاتِ باری تعالیٰ کی شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

سوال: عبدالمصطفیٰ، عبدالرّسول اور عبدالعلی نام رکھنا قرآن

وحدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

جواب:......اِن ناموں کا رکھنا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے کیونکہ اِن ناموں میں ''عبد'' سے مُراد غلام کے ہیں مطلب یہ ہے کہ ''عبدالمصطفیٰ'' سے ''مصطفی کا غلام'' مُراد ہے۔ ''عبدالرسول'' سے ''رسول ﷺ کا غلام مُراد ہے'' اور ''عبدالعلی'' سے ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام'' مراد ہے۔

القرآن:......وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ اِمَآئِکُمْ ط

ترجمہ: اور نکاح کرا پنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔
(سورۂ نور، آیت 32، پارہ 18)

القرآن:......قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ط

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) فرمادو کہ میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ (سورۂ زمر، آیت 53، پارہ 24)

اس یا عبادی (اے میرے بندو) میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! دوسرا یہ کہ سرکار اعظم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اے میرے محبوب ﷺ فرمادو اے میرے بندو!۔

اس دوسری صورت عبادرسول میں یعنی عبد سے مُراد سرکارِ اعظم ﷺ کا غلام اور اُمّتی ہے اِسی صورت کو بزرگانِ دین نے بھی اختیار کیا۔

دلیل:......کتاب ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ ریاض النضرہ وغیرہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر خطبہ میں ارشاد

فرمایا۔

''میں سرکارِ اعظم ﷺ کے ساتھ تھا پس میں آپ ﷺ کا بندہ اور خادم تھا''۔

دلیل:......مثنوی شریف میں ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر سرکارِ اعظم ﷺ کی بارگاہ میں لائے تو عرض کیا۔

''ہم دونوں آپ ﷺ کی بارگاہ کے بندے ہیں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے سامنے آزاد کرتا ہوں۔''

دلیل:......اکثر لوگ اپنے نوکر اور ملازم کی پہچان کراتے ہوئے دوسروں سے کہتے ہیں کہ ''یہ ہمارا بندہ ہے''۔اس سے مُراد اُن کا ملازم اور نوکر ہوتا ہے۔

لٰہذا یہ بات واضح ہوگئی کہ عبدالمصطفیٰ، عبدالرسول اور عبدالعلی نام رکھنا اور کہلوانا جائز ہے۔

سوال: کیا سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے؟

جواب:......سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر علم سکھایا پھر لکھنے کا علم کیسے باقی رہ سکتا ہے۔

القرآن:...... اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَیَانَ o

ترجمہ: رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون کا بیان اُنہیں سکھایا۔ (سورۂ رحمن، پارہ 27، آیت 4 تا 1)

فائدہ:......قرآن مجید میں ہر چیز کا علم موجود ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو پورا قرآن سکھایا تو پھر لکھنے پڑھنے کا علم کیسے رہ سکتا ہے۔

القرآن:...... وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ o

ترجمہ: اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

(سورۃ نساء، آیت 113 پارہ 5)

فائدہ:...... اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا۔ جب سب کچھ سکھا دیا تو پھر پڑھنے اور لکھنے کا علم کیسے رہ سکتا ہے۔

القرآن:...... سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی o

ترجمہ: ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔ (سورۃ اعلیٰ، پارہ 30)

فائدہ:...... جب سرکارِ اعظم ﷺ کو پڑھانے والا خدائے رحمٰن ہے تو پھر ان سے دنیا کا کون سا علم پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

الحدیث:...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایّام علالت میں سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے والد اور بھائی کو بلالو میں چاہتا ہوں کہ اُنہیں کچھ لکھ کر دے دوں مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد کوئی خلافت کا دعویدار نہ کھڑا ہو جائے پھر فرمایا خیر رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ابوبکر کو خلیفہ بنانے کا حق دیا ہے اور سوائے ابوبکر کے اہلِ ایمان کسی کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے۔

(بحوالہ: مُسلم شریف از کتاب: تاریخ الخلفاء صفحہ 95,96)

فائدہ:...... درج ذیل حدیث شریف میں سرکارِ اعظم ﷺ کا فرمانا کہ میں کچھ لکھ دوں، ایک وصیت لکھ دوں ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے تبھی تو اُنہوں نے وصیت لکھنے کو ارشاد فرمایا۔

دلیل:...... سرکارِ اعظم ﷺ نے بادشاہوں کو اپنے دستِ مبارک سے خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے۔

سوال: لفظ ''اُمّی'' کے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب:...... بعض علم دین سے دور اور حقیقتِ اسلام سے ناآشنا لوگ لفظِ ''اُمّی'' کا معنیٰ اَن

پڑھ لیتے ہیں لہٰذا آپ کے سامنے دلائل سے اِس کے اصل معنیٰ اوراس لقب کی حکمت بیان کریں گے۔

پہلی حکمت:......اُم کا مطلب ماں ہے ماں کواُم اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بیٹے کی اصل ہے مکہ المکرمہ کا ایک معنیٰ ''اُمّ الْقُرَّہ'' ہے جس کے معنیٰ زمین کی اصل کے ہیں، ہم میں سے بعض لوگ اپنے نام کے ساتھ اپنے شہر کی نسبت لگاتے ہیں مثلاً کوئی میرٹھ میں پیدا ہوا تو اپنے نام کے ساتھ میرٹھی لکھتا ہے، کوئی دہلی میں پیدا ہوا تو اپنے نام کے ساتھ دہلوی لکھتا ہے، کوئی گجرات میں پیدا ہوا تو اپنے نام کے ساتھ گجراتی لکھتا ہے۔

سرکارِاعظم ﷺ مکۃ المکرمہ کی سرزمین پر جلوہ افروز ہوئے اوراُس زمین کواُمّ القریٰ کہا جاتا ہے اِس اُمّ القریٰ کی وجہ سے سرکارِاعظم ﷺ کا ''اُمّی'' لقب ہے۔

دوسری حکمت:......''اُمّ'' کا مطلب اصل ہے اورسرکارِاعظم ﷺ اس کائنات کی جان یعنی ''اصل'' ہیں آپ ﷺ کے نور سے کائنات کی تخلیق کی ہوئی ہے لہٰذا آپ ﷺ اس کائنات کی اصل ہوئے اس لئے آپ ﷺ کو''اُمّی'' کہا جاتا ہے۔

تیسری حکمت:......سرکارِاعظم ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اظہارِ نبوت فرمایا یعنی چالیس سال عرب کے شرابی، زانی، ڈاکو، قاتل اوراپنی بیٹی کوزندہ درگور کرنے والوں میں رہے مگر اپنی اصل پر رہے کسی کی کوئی بُری عادت سرکارِاعظم ﷺ پر اثر انداز نہ ہوسکی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آج ہی اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ ساجدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے تولد ہوئے ہوں اس لئے بھی آپ ﷺ کو''اُمّی'' کہا جاتا ہے۔

چوتھی حکمت:......اکثر لوگ لفظِ ''اُمّی'' کا صحیح مطلب نہیں جان سکے اورکہنے لگے کہ ''اُمّی'' کا مطلب ''اَن پڑھ'' ہے حالانکہ اس کا اصل مطلب ''ناپڑھا'' ہے مطلب یہ کہ کسی انسان سے ناپڑھا فقط اپنے خدائے رحمن سے پڑھا سرکارِاعظم ﷺ کا اُستاد خدائے رحمن ہے لہٰذا

سرکارِاعظم ﷺ کسی سے نہ پڑھے اس لئے بھی آپ ﷺ کو ''اُمّی'' کہا جاتا ہے۔

آپ حضرات نے لفظ اُمّی کی حکمتیں جان لیں لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ اس کائنات کی اصل ہیں۔

سوال : سرکارِ اعظم ﷺ کے والدینِ کریمین کو بعض لوگ مُشرک کہتے ہیں لہٰذا اُن کا مسلمان ہونا قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

جواب:......سرکارِاعظم ﷺ اپنے جن جن آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوکر دنیا میں تشریف لائے وہ سب کے سب سجدہ کرنے والے مومن اورتوحید پر تھے اُن میں سے کوئی کافرومُشرک نہ تھا۔

القرآن:...... الَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ۝ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ۝ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝

ترجمہ: جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم تمہارا نور پاک سجدہ کرنے والوں میں دیکھ رہے ہیں بیشک وہی سب کچھ سُننے والا جاننے والا ہے۔

(سورۂ شعراء ،آیت218تا220، پارہ19)

فائدہ:......ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان آیات کا مفہوم اس طرح نقل کیا ہے کہ ''تقلب'' سے مُراد ''تنقل فی الاصلاب'' یعنی جب آپ ﷺ کا نور یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ بطنِ مبارک اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نورانی پیشانی میں چمکا۔

لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ سرکارِاعظم ﷺ جن جن آباؤ اجداد کی پشتوں سے منتقل

ہوکر دنیا میں تشریف لائے وہ سب کے سب (اللہ تعالیٰ) کوسجدہ کرنے والے مومن اور توحید پر تھے اُن میں سے کوئی بھی کافر ومشرک نہ تھا۔

الحدیث:……مسلم، ترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو برگزیدہ (منتخب) فرمایا اور کنانہ میں قریش کو اور قریش میں سے بنی ھاشم اور اس میں سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا۔

(دلائل النبوت، بیہقی جلد اوّل صفحہ 65، سیرت حلبیہ، جلد اوّل صفحہ 43)

فائدہ:……اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم جن جن آباؤ اجداد سے منتقل ہوکر دنیا میں تشریف لائے وہ تمام برگزیدہ اور صاحبِ ایمان تھے۔

دلیل:……حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن میں یوں نقل ہے۔

القرآن:…… **رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ** ط (سورۂ بقرہ، پارہ 1 آیت 129)

ترجمہ: اے ہمارے رب اُمّت مسلمہ میں سے آخری رسول بھیج کہ ان پر تیری آیت تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور پختہ علم سکھائے اور اُنہیں خوب صاف ستھرا فرمادے۔

فائدہ:……معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اُمّتِ مسلمہ میں رسول بھیج جو گمراہ لوگوں کو خوب صاف ستھرا کردے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو پاک صاف کردیں کیا وہ خود (معاذاللہ) کسی مشرک کے بطن میں رہ سکتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّت مسلمہ میں سے تشریف لائے۔

سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر علمائے اُمّت کا اتفاق:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب شمول الاسلام میں ان علمائے اُمّت کے نام تحریر فرمائے ہیں جنہوں نے سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر تحریریں لکھی ہیں۔

1)......امام ابو حفص عمر ابن احمد بن شاہین بغدادی علیہ الرحمہ (المتوفی 358ھ)

2)......شیخ احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب علی البغدادی علیہ الرحمہ (المتوفی 463ھ)

3)......حافظ الشان محدث امام ابو القاسم علی بن حسن عساکر علیہ الرحمہ (المتوفی 571ھ)

4)......امام اجل ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد الالہ بن احمد سہیلی علیہ الرحمہ (المتوفی 581ھ)

5)......علامہ امام صالح الدین صفوی علیہ الرحمہ (المتوفی 764ھ)

6)......امام علامہ شرف الدین مناوی علیہ الرحمہ (المتوفی 757ھ)

7)......امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ (مصنّف تفسیرِ کبیر) (المتوفی 606ھ)

8)......امام جلال الدین سیوطی الشافعی علیہ الرحمہ (المتوفی 911ھ)

9)......امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمہ (المتوفی 1122ھ)

10)......شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی 1052ھ)

ان تمام علمائے اُمّت کا ایمان ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین مومن، موحد اور جنتی ہیں۔

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد آزر بھی تو کافر بُت پرست تھا؟

جواب:......بعض لوگ علم اور سچائی سے دوری کی وجہ سے اس مغالطے کا شکار ہیں کہ آزر بُت پرست تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا چنانچہ یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

القرآن:......وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ج

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو۔ (سورۂ انعام، پارہ 7، آیت 74)

جوابی دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل:...... قاموس جو کہ عربی لغت کی مشہور کتاب کا نام ہے اس میں مذکور ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔ (قاموس)

دلیل:...... امام اجل امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں لکھا ہے کہ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول تھا بالخصوص عرب ممالک میں چچا کو (ابا یعنی باپ) بھی کہا جاتا تھا۔

دلیل:...... قرآن مجید میں ہے۔

القرآن:...... **نَعْبُدُ اِلٰهَکَ وَاِلٰهَ اٰبَائِکَ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔** (سورۂ بقرہ، پارہ 1، آیت 133)

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد میں ذکر کیا گیا یعنی ''ابا'' کہا گیا حالانکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

دلیل:...... آجکل بھی بعض قوموں میں چچا کو بڑے ابّا کہا جاتا ہے حالانکہ وہ والد نہیں چچا ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 37)

دلیل:...... حافظ ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری'' میں ''کتاب الانبیاء'' باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا کے ماتحت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارخ'' تھا بحاء مہملہ ہے اور جمہور نسابین کے نزدیک اس میں اختلاف نہیں اور یہی صحیح ہے۔
(فتح الباری جلد ششم صفحہ 388)

دلیل:...... تفسیر حقّانی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

''ابراہیم بن تارخ ابن ناخور ابن ساز وع ابن تاتع ابن عابر ابن ثالع ابن ارفخشد ابن سام بن نوح علیہ السلام'' (تفسیرِ حقّانی)

دلیل:......کافر کے لئے مغفرت کی دعا نہیں ہوتی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے دعا فرمائی۔

القرآن:......رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

(سورہ ابراہیم، پارہ 13 آیت 41)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے باپ کو بخش دے اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب ہوگا۔

فائدہ:......کافر کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی جاتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے مغفرت کی دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ توحید پر تھے یعنی مومن وموحد تھے لہٰذا اب لوگوں کو اپنا ذہنی فطور دور کر لینا چاہیے اور جان لینا چاہیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''تارخ'' تھا اور آزر بُت پرست آپ کا چچا تھا۔

سوال: کیا سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی؟

جواب:......بعض لوگ نامناسب انداز میں اکثر کہتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ سرکارِ اعظم ﷺ نے اپنی بیٹی سے فرمایا کہ تمہارا میری بیٹی ہونا تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا تمہارے ساتھ تمہارے اعمال ہیں؟

اگر ہم احادیث کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حافظِ قرآن، حجاج، عالم دین، شہداء، نومولود بچے اُن سے نسبت رکھنے والوں کی شفاعت کریں گے اس کے باوجود سرکارِ اعظم ﷺ کے بارے میں یہ کہنا کہ (معاذ اللہ) ان کی نسبت نفع نہیں دے گی یہ کتنی احمقانہ بات ہے۔

دلیل:......حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنے رسائل تسع صفحہ 26 پر اور سبل الہدیٰ والرشاد صفحہ 11/3 میں امام صالحی علیہ الرحمہ نے اس اعتراض کا جواب حدیث شریف سے پیش کیا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہیں دے گی میں ضرور شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہوگی۔

الحدیث:......طبرانی کبیر اور دارقطنی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے اپنے اہلبیت کی شفاعت (سفارش) کروں گا پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ نزدیک ہیں قریش تک پھر انصار، پھر وہ اہلِ یمن جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی پھر باقی عرب پھر اہلِ عجم اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں گا وہ افضل ہیں یعنی اہلبیت سب سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ صفحہ 20، سبل الہدیٰ والرشاد صفحہ 11/11، از کتاب: والدینِ رسول صفحہ 165)

دلیل:......دیوبندی مصنف مولوی زکریا کاندھلوی اپنی کتاب فضائل صدقات حصّہ دوم صفحہ 311 میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

الحدیث:......ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن نمیر، علی بن محمد، وکیع، اعمش، یزید الرقاشی، انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن اہل جنت کی صف بندی ہوگی اور ایک دوزخی کا ادھر سے گزر ہوگا۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک شخص کو پہچان کر اس سے کہے گا، تمہیں یاد ہے یا نہیں۔ میں نے فلاں وقت تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ شخص اس بات پر اس کی شفاعت کرے گا۔ دوسرا دوزخی گزرے گا اور ایک شخص سے کہے گا تمہیں یاد ہے کہ نہیں ایک بار میں نے تمہیں وضو کرایا تھا تو وہ بھی اس کی شفاعت کرے گا۔ تیسرا گزرے گا تو کسی سے کہے گا تجھے یاد ہے کہ نہیں۔ تم نے مجھے فلاں کام کے لئے بھیجا تھا جو میں نے پورا کیا۔ وہ اس پر اس کی شفاعت کرے گا۔ (بحوالہ: سنن

(ابن ماجہ، جلد دوم، باب فضل صدقۃ الماء، رقم الحدیث 1477، صفحہ 400 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

فائدہ:......سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت تو بہت بلند و بالا ہے اُن کے غلاموں کے غلاموں سے جن کو نسبت ہو گی اُن کو وہ نسبت جنت میں لے جانے کا باعث بنے گی۔

پہلی حدیث کی حکمت:

سرکارِ اعظم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں کچھ نفع نہیں دے سکتا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر میں کچھ نفع نہیں دے سکتا بلکہ میں جو کچھ بھی دے سکتا ہوں جو کچھ بھی نفع پہنچاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عطا سے پہنچاتا ہوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہنا کہ ''تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے'' سے مراد آنے والے مسلمانوں کو یہ سمجھانا تھا کہ تم لوگ کبھی عمل سے غافل نہ ہونا تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بہت بڑے پیر صاحب کا بیٹا ہوں تو جنت میں چلا جاؤں گا نہیں بلکہ تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے

سوال: بعض لوگ انبیاء کرام علیہم السّلام کو خطا کار ٹھہراتے ہیں' کیا انبیاء کرام سے گناہ ممکن ہے؟

جواب:......اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام اور ملائکہ معصوم ہیں ان کو گنہگار ٹھہرانے والا خود گمراہ ہے۔

القرآن:......اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ط (سورۂ بنی اسرائیل، پارہ 15، آیت 65)

ترجمہ: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

فائدہ:...... اس آیت میں خدائے رحمن نے ارشاد فرمایا کہ اے ابلیس میرے محبوب بندوں میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں اس کائنات میں سب سے خاص اور محبوب بندے انبیاء کرام علیہم السّلام ہیں لہٰذا حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام پر شیطان کا مکر اور وار

چل ہی نہیں سکتا۔

القرآن:...... قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (سورۂ ص، آیت 82,83 پارہ 23)

ترجمہ: کہ اے مولیٰ ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے خاص بندوں کے۔

فائدہ:...... اس خطۂ زمین پر سب سے خاص رب رحمن کے بندے انبیاء کرام علیہم السّلام ہیں اور شیطان کہہ رہا ہے کہ اے مولیٰ جل جلالہٗ سب کو گمراہ کروں گا مگر تیرے خاص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ جب شیطان انبیاء کرام علیہم السّلام کو معصوم مان کر اُن کو بہکانے سے معذوری ظاہر کرے تو پھر انبیاء کرام علیہم السّلام سے گناہ کیوں کر سرزد ہوں۔

الحدیث:...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے ہم نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں پھر تین دفعہ فرمایا۔ میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجتا ہوں اور اپنا ہاتھ مبارک پھیلایا جیسے کسی چیز کو پکڑتے ہیں جب آپ ﷺ نماز ختم کر چکے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کی نماز میں ایسے عمل فرماتے سنا جو آپ پہلے کبھی نہیں کرتے تھے اور ہم نے آپ ﷺ کو ہاتھ پھیلاتے دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا مردود اور دشمن ابلیس میرے منہ کے پاس آگ کا ایک شُعلہ لایا۔ میں نے تین بار کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ بعد ازاں میں نے اسے پکڑنا چاہا۔ (اگر اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو میں اسے باندھ دیتا پھر صبح ہوتی اور مدینہ منورہ کے لڑکے اس سے کھیلتے)۔

(بحوالہ: سنن نسائی جلد اول، باب لعن ابلیس فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث 1218 صفحہ 372، مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک رات حضور ﷺ ان کے ہاں سے نکلے مجھے بہت محسوس ہوا جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور میرا طرزِ عمل دیکھا تو دریافت کیا اے عائشہ! کیا ہوا؟ کیا تم نے کچھ محسوس کیا؟ میں نے عرض کی میں محسوس

کیوں نہ کروں جب کہ میری جیسی عورت ہو اور آپ ﷺ جیسا مرد ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ کیا میرے ساتھ شیطان بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! میں نے عرض کی کیا ہر انسان کے ساتھ (شیطان) ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! لیکن میرے رب ﷻ نے اس کے خلاف میری مدد کی اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(بحوالہ: مسلم شریف جلد سوم، کتاب صفة القیامة والجنة والنّار، رقم الحدیث 6981 صفحہ 612 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ: ...... معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السّلام سے گناہ کروانا تو درکنار شیطان اُن کو نہ وسوسے پہنچا سکتا ہے نہ چُھو سکتا ہے۔

سوال: بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یوں کہتے ہیں کہ جب وہ گناہ سے نہیں بچ سکے تو ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب: ...... محدثین اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دانہ گندم تناول فرمایا یہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی اس کو گناہ یا سیاہ کاری کا نام نہیں دیا جا سکتا اس بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ کا مرتکب کہنا سخت گناہ اور اسلامی عقیدے کے خلاف ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا بھول سے گندم کھا لینا اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے۔

پہلی مصلحت: ...... حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

القرآن: ...... ترجمہ: میں (آدم) کو زمین کے واسطے خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی زمین کے واسطے ہوئی تھی پھر وہ جنت میں ہمیشہ کیسے رہ سکتے تھے لہٰذا دانہ گندم بھول کر کھانا یہ جنت سے باہر تشریف

لا کر زمین پر تشریف لانے کا سبب بنا تا کہ خدائے رحمن کا یہ فرمان پورا ہو جائے کہ میں آدم کو زمین کے واسطے خلیفہ بنانے والا ہوں۔

دوسری مصلحت:...... یہ راز وہ سمجھے جو لذتِ عشق سے واقف ہو خدائے رحمن نے شیطان سے کہا تھا ''**اُخْرُجْ مِنْهَا**'' نکل جا یہاں سے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے فرمایا ''**اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا**'' جس میں بتایا کہ تم کچھ عرصے کے لئے زمین میں بھیجے جا رہے ہو۔ پھر اپنی کروڑ ہا اولاد کے ساتھ واپس جنت میں جاؤ گے یعنی دو جا رہے ہو کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکالا بلکہ ہم نے اُنہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ اُن کی پشت میں کافروں اور فاسقوں کی روحیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام) زمین پر جا کر ان خبیثوں کو چھوڑ آؤ پھر آپ کی جگہ یہی جنت ہے۔

(مرقات باب الایمان بالقدر وروح البیان، آیت مازلہما الشیطن، از کتاب: جاء الحق صفحہ 399)

تیسری مصلحت:...... اگر حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا عذاب ہوتا تو یہاں اُن پر خلافت ونبوت کا نورانی تاج نہ رکھا جاتا، آپ کی اولادوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام پیدا نہ ہوتے جس گندم کے دانے کو کھا کر حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اسی گندم کو آپ کی اولاد کے لئے غذا تجویز کیا گیا۔

سوال: حضرت داؤد علیہ السلام نے پرائی عورت یعنی اوریا کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا جس کا واقعہ سورۂ ص میں ہے اور یہ فعل یقینا جرم ہے اس کا جواب دیں؟

جواب:...... مؤرخین نے حضرت داؤد علیہ السلام کے قصّہ میں کچھ زیادتی کر دی ہے اِسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ قصّے کہانیوں کی

طرح بیان کرے گا میں اُسے ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا یعنی تہمت کی سزا اسّی کوڑے ہیں اور اس کو دُگنے لگیں گے۔ (روح البیان، سورۂ ص)

حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک شخص اوریا نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اُسے پیغام پر پیغام دے دیا۔ اُس عورت نے آپ علیہ السلام کے ساتھ نکاح کرلیا اور یہ شخص نکاح نہ کرسکا چنانچہ تفسیراتِ احمدیہ آیت **''لَا یَنَالُ عَھدِی الظّٰلِمِیْنَ''** کی تفسیر میں ہے کہ **''وَعَن دَاؤدَ بِکَونِہٖ اِقدَامًا عَلَی الْفِعلِ المَشرُوعِ وَھُوَ نِکَاحُ الْمَخْطُوبَتِہٖ لِاَدرِیَا لَا نَظرُ مَنْکُوْحتُہ''** مگر چونکہ اس جائز کام سے بھی نبوت کی شان بلند و بالا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے احترام کو زیادہ فرماتے ہوئے دو فرشتوں کو ایک فرضی مقدمہ لے کر بھیجا اور اُنہوں نے اپنی طرف نسبت کرکے آپ سے فیصلہ کرا کر اشارتاً سمجھا دیا۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا رب تعالیٰ کے ہاں کتنا احترام ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے اُنہیں معاملہ سمجھایا گیا۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو جان سے ماردیا اور فرمایا ''ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ'' کہ یہ شیطانی کام ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جُرم ہے۔ (معاذ اللہ)؟

جواب:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا نہ تھا بلکہ قبطی ظالم تھا مظلوم اسرائیلی کو چُھڑانا تھا جب قبطی نے نہ چھوڑا تو آپ علیہ السلام نے ہٹانے کے لئے چپت لگادی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طاقت برداشت نہ کرسکا مرگیا۔ نیز یہ واقعہ عطائے نبوت سے پہلے کا ہے۔ روح البیان میں ہے **''کان ھذا قبل النبوۃ''** نیز وہ قبطی کافر حربی تھا جس کا قتل جُرم نہیں آپ نے فقط ایک قبطی مارا کچھ دنوں بعد تو سارے ہی قبطی غرق کردیئے گئے قبطی کا قتل وقت سے پہلے ہوگیا جب سارے قبطیوں کی ہلاکت کا وقت آتا تو یہ بھی ہلاک ہوتا **''فَغَفَرلَہٗ''** اور

ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ‘‘ سے دھوکا نہ کھاؤ یہ الفاظ خطا پر بھی بولے جاتے ہیں یا ھذا سے قبطی کا ظلم مراد ہے یعنی یہ ظلم شیطانی کام ہے۔

سوال: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ زلیخا نے زنا کا ارادہ کیا جو کہ سخت جرم ہے، آپ کہہ چکے ہو کہ نبی کی زوجہ فاحشہ نہیں ہوتی تو زلیخا، یوسف علیہ السلام کی بیوی کیوں کر ہو سکتی ہے وہ فاحشہ بدکار تھی لہٰذا یا تو مانو کہ ان کا نکاح نہیں ہوا یا تو یہ قاعدہ غلط ہے جواب دیجئے؟

جواب:......حضرت زلیخا، حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ اور قابلِ احترام بیوی ہیں ان کا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنا بخاری شریف، مُسلم شریف کی احادیث اور تفاسیر سے ثابت ہے اُنہیں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے فرزند پیدا ہوئے جن کے نام افرائیم اور میشاء ہیں۔

تفسیر خازن، تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک معالم التنزیل وغیرہ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی ازواج پاک سے فرمایا ’’**انکن لانتن کصواحب یوسف**‘‘ تم تو یوسف (علیہ السلام) کی بیوی زلیخا کی طرح ہوگئیں۔ صواحب صاحب کی جمع ہے صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں قرآنِ مجید میں ہے ’’**وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَتُه**‘‘ حضرت زلیخا نہ تو فاحشہ تھی اور نہ ہی آپ سے زنا جیسا گناہ کبھی صادر ہوا۔ حضرت زلیخا سے جماع کا ارادہ بے خودی، عشق کی حالت میں ہوگیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن نے اُنہیں دیوانہ بنا دیا اس والہانہ حالت میں حضرت زلیخا فقط ارادہ کر بیٹھیں، جب مصری عورتوں نے اسی جمال سے بے خود ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اگر حضرت زلیخا نے اس حُسن پر فریفتہ ہو کر دامن صبر چاک کر دیا تو کیا تعجب ہے؟ پھر ان تمام

خطاؤں سے توبہ کر لی یہ بھی خیال رہے کہ حضرت زلیخا نے صرف حضرت یوسف علیہ السلام ہی سے رغبت کی کسی دوسرے سے نہ کی رب تعالیٰ نے اُنہیں محفوظ رکھا۔

اسلامی عقائد کے مطابق انبیاء کرام علیہم السّلام معصوم ہیں اُن کی ازواج معصوم نہیں ہاں البتہ وہ زنا اور فحش کاموں سے اللہ تعالیٰ کی عطا سے محفوظ ہیں حضرت زلیخا نے یہ گناہ کر کے توبہ کر لی کہ عرض کیا ''اَلْاٰ نَ حَصحَصَ الحَقُّ اَنَارَ او دتُہ عَنْ نَفْسِہٖ'' حضرت زلیخا نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور خطا کا اقرار توبہ ہے اسی لئے رب کریم نے حضرت زلیخا کی خطا کا ذکر فرمایا مگر ان کی توبہ کے سبب اُن پر عتاب یا عذاب کا ذکر نہ کیا تا کہ معلوم ہو کہ ان کے گناہ کی معافی ہو چکی۔

لہٰذا اب حضرت زلیخا کی خطاؤں کا ذکر کر کے بے ادبی کرنا سخت گناہ ہے حضرت زلیخا سیّدنا یوسف علیہ السلام کی اہلبیت ہیں ان کی توہین اس با کمال پیغمبر کی توہین ہے۔

سوال: محفلِ نعت کا سلسلہ کب سے جاری ہے' احادیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:......محفلِ نعت آج کل کا رواج نہیں ہے بلکہ محفلِ نعت کا انعقاد چودہ سو سال سے جاری ہے آج سے چودہ سو سال قبل سرکارِ اعظم ﷺ کی زیرِ صدارت محفلِ نعت کا انعقاد ہوتا تھا جب کہ محفلِ نعت میں حاضرین صحابہ کرام علیہم الرضوان ہوتے تھے۔

الحدیث:......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھتے، چادر مبارک بچھاتے اور پھر حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس پر کھڑے ہو کر سرکارِ اعظم ﷺ کے محامد وفضائل بیان فرماتے آپ کی مدافعت کرتے اور مفاخرت فرماتے۔

اللہ اکبر! سرکارِ اعظم ﷺ اپنے ثناء خواں سے خوش ہو کر اس طرح دُعا سے نوازتے۔

اے اللہ کریم! روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) کے ذریعے حسّان بن ثابت کی مدد فرما۔

(بحوالہ: بخاری شریف جلد اوّل صفحہ 65)

الحدیث:......ترجمہ: سیدنا حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے تو سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف نظر فرمائی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے تو اس وقت بھی مسجد میں اشعار پڑھے ہیں جب تم میں بہترین ہستی موجود تھی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ کیا تم نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا (جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ کے اشعار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ میری طرف سے قبول فرما۔ اے اللہ تعالیٰ روح القدس (سیدنا جبریل علیہ السلام) کے ساتھ ان کی مدد فرما) سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں۔

(بحوالہ: سنن نسائی جلد اول، باب الرخصۃ فی انشاد الشعر الحسن فی المسجد، رقم الحدیث 719، صفحہ 219 مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

الحدیث:......حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے تو وہ اس پر کھڑے ہو کر ان کی ہجو کرتے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک روح القدس (جبریل امین) بھی حسّان کے ساتھ ہے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑتے رہیں گے۔

(بحوالہ: ابوداؤد جلد سوم، کتاب الادب، رقم الحدیث 1580 صفحہ 570 مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ:......مذکورہ احادیث سے نعت خوانی کا ثبوت ملتا ہے یہ احادیث ان بدمذہبوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہیں جو نعت خوانی اور محفلِ میلاد کی مجالس کو بدعت سے تعبیر دیتے ہیں۔

محفلِ نعت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ خود میرے مولیٰ ﷺ نے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنے منبرِ اقدس پر بٹھایا اور نعت شریف پڑھنے کا حکم دیا اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کریم! روح القدس (جبریل امین) کے ذریعہ حسّان رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نعت خوانی کا انکار کرکے قرآن خوانی پر زور دینے والے کوئی بڑے سے بڑا محدّث مجھ کو بتادیں؟ کہ کیا محفلِ حسن قرأت کے لئے بھی کبھی حضور ﷺ نے یہ اہتمام فرمایا؟ کیا کبھی محفلِ حسنِ قرأت میں موجود قاری کے لئے بھی ایسی دعائیں دی ہیں؟

بخاری شریف کی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نعت خواں کے لئے سرکارِ اعظم ﷺ منبر بچھاتے رہے ہیں یہ خصوصی کرم اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ اپنے ان غلاموں کو جو محبت و تعظیمِ رسول ﷺ پھیلانے کا ذریعہ ہے بے حد پسند فرماتے ہیں محفلِ نعت باعثِ برکت و رحمت ہے جس محفل کا سرکارِ اعظم ﷺ خود انعقاد فرمائیں اس سے بڑھ کر کائنات میں کون سی محفل ہوگی۔

سوال: نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب:……نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔

القرآن:…… **فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔**

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو۔ (سورۂ نساء، پارہ 5، آیت 103)

الحدیث:…… سیدنا حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز کے بعد تہلیل اس طرح فرماتے: لاالٰہ الا اللہ آخر تک اور فرماتے کہ نبی کریم ﷺ انہی کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے۔ (بحوالہ: سنن نسائی جلد اول، باب عدد التہلیل والذکر بعد

التسلیم، رقم الحدیث 1343 صفحہ 412 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:......ترجمہ: عمرو بن دینار، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابومعبد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں فرض نماز پڑھ لینے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا معمول تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب میں یہ ذکر سنتا، تو مجھے پتہ چل جاتا کہ لوگ نماز ختم کر چکے ہیں۔ (بحوالہ: مسلم شریف جلد اول، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، رقم الحدیث 1219 صفحہ 459 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

الحدیث:......ترجمہ: ابومعبد (نافذ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جس وقت لوگ فرض نماز سے فارغ ہوں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں معروف تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو میں اس کو معلوم کر لیتا تھا جس وقت باآواز بلند ذکر سنتا تھا۔

(بحوالہ: بخاری جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، رقم الحدیث 798 صفحہ 371 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

روایت:......حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے روایت نقل کی ہے کہ صحابیٔ رسول ﷺ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔

(کتاب الزّھد کتاب شامی صفحہ 350)

فائدہ:......قرآن مجید کی آیت اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ نماز کے بعد یا نماز کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنا سرکارِ اعظم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں بھی رائج تھا لہٰذا اب بھی اس پر عمل جاری رکھنا چاہیے۔

سوال: نعلِ پاک کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:......عُلمائے اُمّت نعلِ پاک یعنی سرکارِ اعظم ﷺ کی پاپوش مبارک کے بارے میں

فرماتے ہیں۔

1)......سرکارِ اعظم ﷺ کا نعلِ مبارک جس گھر میں ہو برکت کا نزول ہوتا ہے۔

2)......نعلِ پاک شفا اور بیماری سے صحت یابی کا وسیلہ ہے۔

نعلِ پاک کے متعلق دیوبندی پیشوا اشرفعلی تھانوی کا بیان:

دیوبندی پیشوا اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب ''زاد السعید'' میں لکھا ہے کہ آخر شب ذکر واذکار کر کے نعلِ پاک رسول ﷺ کے نقشے کو باادب اپنے سر پر رکھے اور اس نقشے کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر اس کو چہرہ پر ملے اور محبت سے بوسہ دے دیگر اس نقشے کی برکت سے شفا ملتی ہے۔

(از کتاب: زاد السعید، مصنّف اشرفعلی تھانوی صفحہ 45 تا 52 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

سوال: نعلِ پاک سرکارِ اعظم ﷺ کی پاپوش مبارک کا نقشہ ہے اس کو جھنڈے میں نصب کرنا اور بلندی پر آویزاں کرنا کیسا ہے؟

جواب:......نعلِ پاک کو پرچم اسلام میں لگانا اور بلندی پر آویزاں کرنا بالکل جائز ہے کیونکہ یہ نعلِ پاک کا نقشہ بنا ہوا ہے اور نقشے کو اس طرح پرچم میں نصب کرنا بلندی پر آویزاں کرنا منع نہیں ہے اصل اور عکس کا حکم بعینہ ایک نہیں ہے۔

سوال: مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ تین مسجدوں، مسجدِ حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی شریف کے سوا کسی جگہ کا سفر نہ کیا جائے پھر لوگ مزاراتِ اولیاء کی نیّت سے سفر کیوں کرتے ہیں؟

جواب:......سوال کرنے والے نے اس حدیث شریف کے معنیٰ غلط اخذ کئے ہیں محدثین اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں کہ زیادتی ثواب کی نیت سے مسجدوں میں سے صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا چاہیے۔

مساجد کے علاوہ زیادتی ثواب کے لئے سفر کرنا تو احادیث میں باعثِ ثواب کہا گیا ہے جیسے علمِ دین کے حصول کے لئے سفر کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے سفر کرنا بلکہ قرآن مجید میں بار بار زمین پر سفر کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

دلیل:......مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ جو شخص علم کے راستے پر چلا وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔

دلیل:......ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کفّار سے فرمادو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ مُنکروں کا کیا انجام ہوا۔

دلیل:......حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے مزار پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت پوری ہوتی ہے۔ (مقدمۂ شامی صفحہ 23)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اپنے وطن فلسطین سے عراق کا سفر کر کے امام صاحب کے مزار شریف پر تشریف لاتے تھے۔

دلیل:......ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام ملائکہ سرکارِ اعظم ﷺ کے دربار شریف کی نیّت سے فقط صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا سفر عرش سے فرش تک فرماتے ہیں جو قیامت تک جاری رہے گا۔

دلیل:......نووی کی شرح مُسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ سوائے ان تین مساجد کے اور کسی جگہ سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے۔ احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک مقامات اور علماء کرام کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو

تحقیق حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے۔اس حدیث کی وجہ سے کہ تم ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ تمام مسجدیں ایک سی ہیں لیکن برکت والے مقامات (مزاراتِ اولیاء) یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں کیا یہ مانع انبیاء کرام علیہم السّلام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا۔

الغرض کہ اس حدیث شریف کا مطلب صاف ظاہر ہو گیا اور محدثین نے بھی اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ اگر یہی مطلب لیا جائے تو ساری دنیا کے مسافر پریشان ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ ہر جگہ سنتا ہے مگر اپنے نیک بندوں کے مزارات پر ان کے وسیلے سے مانگا جائے تو ان کی برکتوں سے دعائیں جلد مقبول ہو جاتی ہیں۔

سوال: ولایت کی حقیقت قرآن وحدیث سے ثابت کریں؟

جواب:......ولایت کی حقیقت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔

القرآن:...... **اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط**

ترجمہ: سُن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں اُنہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی اور آخرت میں۔

(بحوالہ: سورۂ یونس، آیت 62 تا 64 پارہ 11)

فائدہ:......اس آیت میں تمام نیک بندے جو قیامت تک اس دنیا میں تشریف لائیں گے ان سب کا ذکر ہے ولایت قرآن کی صریح آیت سے ثابت ہے لہٰذا ولایت کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اپنے اولیاء کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری دی ہے۔

حدیث شریف :......سرکارِ اعظم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مومن کے لئے بشارتِ عاجلہ رضائے الٰہی جل جلالہٗ اور اللہ تعالیٰ کی محبت فرمانے اور خلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے اور ان کی کائنات میں مقبولیت اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت یہ بھی دلیل خاص ہے۔

سوال: مردوں کو زندہ کرنا تو رب تعالیٰ کی صفت ہے کیا اولیاء اللہ بھی مردوں کو جلا سکتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:......اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیاء کرام علیہم السّلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیاء کرام رحمہم اللہ رب تعالیٰ کی عطا سے مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں یہ اسلامی عقیدہ ہے جو کہ قرآنِ مجید سے ثابت ہے جس کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔

القرآن:...... اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۂ آل عمران، آیت 49 پارہ 3)

ترجمہ: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں) میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا (زندہ کرتا) ہوں اللہ

کے حکم سے، اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کررکھتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

فائدہ:...... قرآنی آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ آپ علیہ السلام بے جان پرندکی مورت کو پھونک ماریں تو اس میں جان پڑ جائے کوئی شخص آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ اُس کی مشکل کشائی فرماتے اُسے شفا دیتے، آپ غیب کی خبریں بتاتے اور مردوں کو زندہ بھی کرتے تھے۔

القرآن:...... ترجمہ: اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے! دکھادے تو کیوں کر مُردے جِلائے گا اور فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں! مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر اُنہیں بُلا وہ تیرے پاس (دوبارہ زندہ ہوکر) چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(سورۂ بقرہ، آیت 260 پارہ 3)

فائدہ:...... اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ کی عطا سے مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں۔

القرآن:...... ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں (مدّتوں تک) چلا جاؤں گا پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں ایک راہ لی سرنگ بناتی پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا، بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تو بیشک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بُھلا دیا کہ میں اس کا مذکور (ذکر کروں) کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی۔ اچھنبا ہے موسیٰ نے کہا یہی تو ہم

چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لَدُنّی عطا کیا۔ (سورۂ کہف ،آیت 60 تا 65 پارہ 15)

تفسیر:......مفسرین ان آیات کی تفسیر میں مکمل واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم جن کا نام یوشع بن نون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت وصحبت میں رہتے تھے اور آپ علیہ السلام سے علم اخذ کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے ولی عہد ہیں۔ بحر فارس و بحر روم جانب مشرق میں مجمع البحرین وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ کیا گیا تھا اس لئے آپ علیہ السلام نے وہاں پہنچنے کا عزم کیا اور فرمایا کہ میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا جب تک کہ وہاں پہنچوں پھر یہ دونوں حضرات روٹی اور نمکین بُھنی ہوئی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لے کر روانہ ہوئے ایک جگہ ایک پتھر کی چٹان تھی اور چشمہ حیات تھا تو وہاں دونوں حضرات نے آرام کیا اور مصروف خواب ہو گئے جس مچھلی کو پکا کر لائے تھے وہ مچھلی اس مقام پر زنبیل میں خود بخود زندہ ہوگئی اس پر سے پانی کا بہاؤ رُک گیا اور محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع بن نون کو اُٹھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بات کا ذکر کرنا کہ (مچھلی فلاں مقام پر خود بخود زندہ ہوگئی) یاد نہ رہا اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آ گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے مچھلی طلب کی خادم نے معذرت طلب کرتے ہوئے مچھلی کی حیات کا واقعہ سُنایا یہ سُن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ جس مقام پر مردہ مچھلی نے حیات پائی تھی وہی ہماری منزل تھی جس کی طلب میں ہم چلے تھے ان کی ملاقات وہیں ہوگی جو چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

1)......حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں یا ولی ہیں مگر اس بات پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اُن اولیاء میں سے ہیں جن کو رب کریم نے علم لَدُنّی عطا فرمایا ہے۔

2)......جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے ولی حضرت خضر علیہ السلام جلوہ افروز تھے اس جگہ پر مردہ بُھنی ہوئی مچھلی کو زندگی مل گئی پھر جب اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنی مبارک زبان سے یہ کہہ دے کہ ''**قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ**''، ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہوجا'' تو مردہ انسان میں حیات کیوں کر نہ آئے۔

3)......اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے ملاقات اور اُن کی زیارت کے لئے سفر کر کے جانا یہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی سُنّت ہے۔

سوال: معراج کی حقیقت قرآن سے ثابت کریں؟

جواب:......معراج شریف کی حقیقت قرآن مجید سے ملاحظہ ہو:

القرآن:...... **سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ O** (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 1 پارہ 15)

ترجمہ: پاکی ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہم نے اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سُنتا دیکھتا ہے۔

سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیات میں مفصّلا، مجملاً، کنایۃً اور اشارۃً ملتا ہے متذکرہ آیت مقدسہ کے علاوہ سورۂ والنجم پارہ ستائیس کی ابتدائی

آیات ایک تا اٹھارہ مسلسل مضامین معراج کا ہی بیان کرتی ہیں۔

متذکرہ آیت میں لفظ آیا ہے''**بِعَبْدِہٖ**''اس سے مراد بندہ ہے کیونکہ بندہ روح اورجسم کے ایک ساتھ ہونے سے بنتاہے ورنہ اگر صرف روح ہوتی تو آیت میں''**بِرُوْحِہٖ**''آتا۔

مگر یہاں''**بِعَبْدِہٖ**''بیان کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ معراج کا سفر سرکارِاعظم ﷺ نے روح اور جسم کے ساتھ فرمایا۔

سوال: حدیث شریف کا مفہوم یوں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ معراج کی رات میں نے سرکارِاعظم ﷺ کا جسم گم نہ پایا اس کا جواب دیں؟

جواب:......حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سرکارِاعظم ﷺ کو ایک نہیں بلکہ کئی معراجیں کرائی گئیں جن میں سے ایک معراج روح اور جسم کے ساتھ ہوئی بقیہ تمام معراجیں صرف روحانی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جس معراج کا ذکر ہے وہ معراجِ روحانی ہے۔

سوال: شبِ معراج سرکارِاعظم ﷺ کا اپنے رب جل جلالہٗ کا دیدار کرنا احادیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

جواب:......سرکارِاعظم ﷺ نے شبِ معراج اپنے سر کی آنکھوں سے رب تعالیٰ کا دیدار کیا۔

الحدیث:......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِاعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا۔ (مسند احمد از کتاب: دیدارِالٰہی)

اس حدیث کے بارے میں امام اجل امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ خصائصِ کُبریٰ اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

الحدیث:...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعتِ کُبریٰ و حوضِ کوثر سے فضیلت بخشی۔ (بحوالہ: ابنِ عساکر از کتاب: دیدارِ الٰہی)

الحدیث:...... طبرانی معجم اوسط میں ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے بے شک سرکارِ اعظم ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب جل جلالہ کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔ (طبرانی، معجم اوسط)

الحدیث:...... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ''**لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار**'' حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم پر افسوس ہے کہ یہ تو اس وقت ہے جب وہ اپنے ذاتی نور سے جلوہ گر ہو حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دو مرتبہ دیکھا۔

(بحوالہ: ترمذی شریف جلد دوم، ابواب تفسیر القرآن، رقم الحدیث 1205 صفحہ 518 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آیتِ کریمہ ''**ماکذب الفواد ماراٰی**'' کے بارے میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دل (کی آنکھوں) سے دیکھا۔

(بحوالہ: ترمذی شریف، جلد دوم، ابواب تفسیر القرآن، رقم الحدیث 1207 صفحہ 519 مطبوعہ فرید بک لاہور)

عقیدہ:...... حضور ﷺ کے خصائص سے معراج ہے کہ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش تک بلکہ بالائے عرش رات کے ایک خفیف حصّہ میں مع جسم شریف تشریف لے گئے اور وہ قربِ خاص حاصل ہوا کہ کسی بشر و ملک کو کبھی نہ

حاصل ہوا نہ ہوگا اور جمالِ الٰہی اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا اور کلامِ الٰہی بلاواسطہ سُنا اور تمام ملکوت السمٰوٰت والارض کو بالتفصیل ذرہ ذرہ ملاحظہ فرمایا۔

(بہارِ شریعت حصّہ اوّل)

سوال: شبِ معراج کو عبادت کا خصوصی اہتمام کرنا اور اس رات کی برکتیں احادیث کی روشنی میں ثابت کریں؟

جواب:......شبِ معراج کو اللہ تعالیٰ کے محبوب سرکارِ اعظم ﷺ سے نسبت ہے اس لئے اس رات اور اس دن کی بڑی فضیلتیں ہیں عبادت وریاضت ہر رات میں باعثِ ثواب ہے مگر متبرک اور مقدس راتوں میں عبادات کی فضیلت نہایت مختلف ہے۔

حدیث شریف:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا رجب کی ستائیسویں رات میں عبادت کرنے والوں کو سو سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔(احیاء العلوم، مصنف: امام غزالی علیہ الرحمہ جلد اول، صفحہ 373)

سوال: ستائیس رجب کے دن روزہ رکھنا کیسا؟

جواب:......ستائیس رجب کو روزہ رکھنے کی بہت فضیلت ہے چنانچہ روایت میں آتا ہے:

روایت:......امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ ماہِ رجب میں ایک دن اور ایک رات بہت ہی افضل اور برتر ہے جس نے اس دن روزہ رکھا اور اس رات عبادت کی تو گویا اس نے سو سال کے روزے رکھے اور سو سال تک عبادت کی یہ افضل رات رجب شریف کی ستائیسویں شب ہے۔(بحوالہ: ما ثبت من السنہ صفحہ 171)

یہ روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ''فضائلِ اعمال'' میں ضعیف روایات مقبول ہوتی ہیں۔(بحوالہ: مرقاۃ اشعۃ اللمعات)

معلوم ہوا کہ شبِ معراج کی فضیلت بہت زیادہ ہے لہٰذا اس رات کو عبادت میں گزارنی چاہیے عوام بہکانے والوں کی باتوں پر کان نہ دھریں۔

سوال: شبِ برأت کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:......شبِ برأت کی حقیقت قرآن مجید سے ملاحظہ ہو:

القرآن:......ترجمہ: قسم ہے اس روشن کتاب کی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا ہے بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔ (الدّخان 2:4)

تفسیر:......اس رات سے مراد شبِ قدر ہے یا شبِ برأت۔ (خزائن العرفان)

ان آیات کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ''لیلۃ مبارکہ'' سے پندرہ شعبان کی رات مُراد ہے اس رات میں زندہ رہنے والے، فوت ہونے والے اور حج کرنے والے، سب کے ناموں کی فہرست تیار کی جاتی ہے اور جس کی تعمیل میں ذرا بھی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اس روایت کو ابنِ جریر، ابنِ منذر اور ابنِ ابی حاتم نے بھی لکھا ہے، اکثر علماء کی رائے ہے کہ مذکورہ فہرست کی تیاری کا کام ''لیلۃ القدر'' میں مکمل ہوتا ہے اگرچہ اس کی ابتداء پندرہویں شعبان کی رات سے ہوتی ہے۔ (ماثبت من السنہ صفحہ 194)

الحدیث:......حسن بن علی الخلال، عبدالرزاق، ابن ابی سبرہ، ابراہیم بن محمد، معٰویہ بن عبداللہ بن جعفر، عبداللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو قیام کرو۔ دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سورج غروب ہوتے ہی آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون مجھ سے رزق طلب کرتا ہے کہ میں اسے رزق دوں۔ کون مبتلائے مصیبت ہے کہ میں اسے عافیت دوں۔ اسی

طرح صبح تک ارشاد ہوتا رہتا ہے۔(بحوالہ:سنن ابن ماجہ،جلداول، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان،رقم الحدیث1446 صفحہ 398 مطبوعہ فرید لاہور)

الحدیث:......حضرت عبدۃ بن عبداللہ الخزاعی،محمد بن عبدالملک، ابوبکر، یزید بن ہارون، حجاج، یحییٰ بن ابی کثیر،عروہ،حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا۔ میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی۔ آپ ﷺ بقیع میں تھے، آپ ﷺ کا سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ! کیا تو اس بات کا خوف کرتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرے۔ میں نے عرض کیا یہ بات نہیں بلکہ مجھے خیال ہوا کہ آپ ﷺ دوسری ازواج کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمانِ دنیا کی جانب نزول فرما ہوتا ہے اور بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کے گناہوں کی بخشش کرتا ہے۔(بحوالہ:سنن ابن ماجہ، جلداول، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، رقم الحدیث1447 صفحہ 398 مطبوعہ فرید بک لاہور)

قرآن مجید کی آیت اوراحادیث سے یہ ثابت ہوا کہ شبِ برأت ایک مقدّس اورمتبرک رات ہے جس کوعبادت کے ساتھ زندہ رکھنا چاہیے۔

گیارہویں صدی کے مجدّد شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، تابعین میں سے جلیل القدر حضرات مثلاً حضرت خالد بن معدان، حضرت مکحول، حضرت لقمان بن عامر اورحضرت اسحٰق بن راہویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد میں جمع ہوکر شعبان کی پندرہویں رات میں شبِ بیداری کرتے تھے اوررات بھر مسجد میں عبادات میں مصروف رہتے تھے۔ (بحوالہ: ماثبت من السنہ صفحہ 202، لطائف المعارف صفحہ 144)

سوال: شبِ برأت میں قبرستان جانا کس حدیث سے ثابت ہے؟

جواب:......شبِ برأت میں قبرستان جانا احادیث کی مختلف کتابوں سے ثابت ہے۔

الحدیث:......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے سرکارِ اعظم ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے ساتھ زیادتی کریں گے، میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمانِ دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ گر ہوتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

(بحوالہ: ترمذی شریف، جلد اول صفحہ 156، ابنِ ماجہ شریف صفحہ 100، مسند احمد شریف جلد ششم صفحہ 238، مشکوٰۃ شریف جلد اوّل صفحہ 277، مصنّف ابنِ ابی شیبہ جلد اول صفحہ 237، شعب الایمان للبیہقی جلد سوم صفحہ 379)

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس مقدّس رات میں مسجد میں جمع ہوکر عبادت میں مشغول رہنا اور اس رات شبِ بیداری کا اہتمام کرنا تابعین کرام کا طریقہ رہا ہے، شیخ محقّق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اب جو شخص شعبان کی پندرہویں رات میں شبِ بیداری کرے تو یہ فعل احادیث کی مطابقت میں بالکل مستحب ہے سرکارِ اعظم ﷺ کا یہ عمل بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شبِ برأت میں آپ ﷺ مسلمانوں کی دعائے مغفرت کے لئے قبرستان تشریف لے گئے تھے۔ (بحوالہ: ماثبت من السنّہ، صفحہ 205)

سوال: کیا تعویذ باندھنا یا پہننا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے؟

جواب:......تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات تحریر ہوتی ہیں جس کو باندھنا یا پہننا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید بیماریوں اور مصائب سے نجات کا سرچشمہ ہے چنانچہ ارشادِ باری ہے۔

القرآن:...... وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا○

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اُتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 82)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں:

1)......علامہ قرطبی تفسیر احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم اپنے بالغ بچوں کو معوذات یاد کراتے تھے اور نابالغ بچوں کو معوذات لکھ کر گردن میں لٹکاتے تھے۔

(ابی عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ تفسیر احکام القرآن مطبوعہ دارلکتاب مصر، جلد 10 صفحہ 22)

2)......علامہ سیّد محمود البغدادی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں، جو شخص قرآن مجید سے دَم اور تعویذ کا مُنکر یعنی انکار کرتا ہے اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس تعویذ میں اسمائے الٰہی لکھے ہوں اس کو برکت کے لئے مریض کی گردن میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں اور سیّدنا امام باقر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام ابنِ سیرین رضی اللہ عنہ نے معوذات اور قرآن مجید کی آیات کو لکھ کر گردن میں لٹکانے کی رُخصت یعنی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور پھر یہی صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں کہ معوذات اور قرآنی آیات اور اسمائے الٰہی کو لکھ کر گردن میں لٹکانے پر قدیماً اہلِ اسلام کا تمام بلاد میں معمول رہا ہے۔ (بحوالہ: ابی عبداللہ محمد، جلد 10 صفحہ 316 دارالکتاب العربی مصر)

لہٰذا مفسرین کرام کی عبارات سے واضح ہوگیا کہ قرآن مجید روحانی اور جسمانی امراض کے لئے شفا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور اسمائے الٰہی لکھ کر مریض کو اس کا تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعینِ کرام کا معمول رہا ہے۔

اب احادیث ملاحظہ ہوں:

الحدیث:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی نظرِ بد اور زہریلا حیوان کاٹنے اور زخم کے پہلو سے دَم کرنے کی انتہی۔ (بحوالہ: مُسلم شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ 388 مطبع سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

الحدیث:...... ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کچھ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک سفر میں تھے کہ وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس اترے اور ان سے ضیافت کے لئے کہا تو انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کردیا۔ پس اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھایا۔ انہوں نے ہر ایک چیز سے اس کا علاج کر کے دیکھ لیا لیکن کسی چیز نے اسے فائدہ نہ دیا۔ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس کیوں نہیں جاتے جو تمہارے پاس اترے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو تمہارے سردار کو فائدہ دے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے (اگر) کہا کہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ہم نے ہر چیز سے ان کا علاج کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیا آپ حضرات میں سے کسی کو دم کرنا آتا ہے؟ ان میں سے ایک صحابی نے فرمایا کہ میں دم کروں گا لیکن ہم نے تم لوگوں سے ضیافت کے لئے کہا تھا کہ تم نے انکار کردیا لہٰذا میں دم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ میرے لئے کوئی انعام مقرر کرو۔ پس انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کردیا۔ پس وہ صحابی اس کے پاس تشریف لے گئے اور سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شفایاب ہوگیا۔ جیسے قید سے آزاد ہوا ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے جو انعام مقرر کیا تھا وہ پیش کردیا۔ ساتھیوں نے کہا

کہ انہیں تقسیم کرلیں۔ دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس کا حکم دریافت کرلیں۔ اگلے روز وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ دم کیا جا سکتا ہے؟ تم نے اچھا کیا اور اپنے ساتھ میرا حصّہ بھی نکالنا۔

(بحوالہ: سنن ابوداؤد جلد سوم، کتاب البیوع، رقم الحدیث 24 صفحہ 26 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند کی حالت میں ڈر جائے تو یہ کلمات کہے ''اعوذ بکلمات اللہ'' الخ میں اللہ تعالیٰ کے مکمل و تمام کلمات کے ذریعہ اس کے غضب و عذاب، بندوں کی شر، شیطانی وسوسوں اور ان کے آموجود ہونے سے پناہ چاہتا ہوں۔ یہ خواب اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھاتے اور نابالغ بچوں کے لئے کاغذ پر لکھ کر ان کے گلے میں ڈالتے تھے۔

(ترمذی جلد دوم، ابواب الدعوات، رقم الحدیث 1450 صفحہ 629 مطبوعہ فرید بک لاہور)

فائدہ:...... بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالنا جائز بلکہ ایک اچھا کام ہے، ممانعت صرف ان تعویذوں کی ہے جن میں شرکیہ کلمات تحریر ہوں لہٰذا ایسے مستحسن کام کو شرک و بدعت کہنا گمراہی اور جہالت کی علامت ہے۔

الحدیث:...... عمرو بن شعیب کے والد ماجد نے ان کے جدامجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت کہنے کے لئے یہ کلمات سکھایا کرتے۔ ''پناہ لیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی اس کے غضب سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میری پاس آئیں'' چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما یہ دعا اپنے بیٹوں کو سکھایا کرتے جو سمجھدار ہوتے اور جو نا سمجھ ہوتے ان کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے۔

(بحوالہ: سنن ابوداؤد، جلدسوم، باب کیف الرقی، رقم الحدیث 496، صفحہ 177 مطبوعہ فرید بک لاہور)

الحدیث:...... حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یہی کلمات اپنے بالغ بچوں کو سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کے لئے لکھ کر گردن میں لٹکاتے تھے۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 217 مطبع سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

مذکورہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید دعائے ماثورہ اور اسماء الٰہی پڑھ کر دَم کرنا اور تعویذ بنا کر گردن میں باندھنا شرعاً جائز اور مستحب ہے اور اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

سوال: کن تعویذات اور دھاگے گلے میں باندھنے سے منع کیا گیا ہے؟

جواب:...... جادوئی دھاگے، تعویذ اور گنڈے وغیرہ دورِ جاہلیت میں مشرکانہ الفاظ لکھ کر دیتے اور پھونکتے تھے اِن چیزوں کو احادیث میں منع کیا گیا۔

تیرہویں صدی کے مجدّد اور برصغیر کے عظیم محقّق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد سوم، صفحہ 611 مطبع تیج کمار لکھنؤ میں فرماتے ہیں کہ احادیث میں جن تعویذ کی ممانعت آئی اس سے مراد زمانۂ جاہلیت کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے ان کا بنانا استعمال کرنا حرام ہے باقی اگر قرآنی آیات یا اسمائے الٰہی سے ہے تو یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

مسئلہ:...... گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے جبکہ وہ قرآنی آیات یا اسمائے الٰہیہ یا ادعیہ سے تعویذ کیا گیا ہو اور بعض احادیث میں جو ممانعت آئی ہے اس سے مُراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں جو زمانۂ جاہلیت میں کئے جاتے تھے اسی طرح تعویذات

اور آیاتِ قرآنی، احادیث اور دعاؤں کو رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفاء پلانا بھی جائز ہے جب وحائض (جس پر غسل فرض ہو اور حیض والی عورت) بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں بازو پر باندھ سکتے ہیں جب کہ تعویذات غلاف میں ہوں۔ (بحوالہ: درمختار وردالمحتار)

سوال: کیا انبیاء کرام علیہم السّلام پیدائشی نبی ہوتے ہیں؟

جواب:......انبیاء کرام علیہم السّلام پیدائشی نبی ہوتے ہیں اظہار نبوت بعد میں کرتے ہیں۔

القرآن:...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت 81 پارہ 3)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمام انبیاء کرام علیہم السّلام جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آنے والے تھے تمام سے سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا۔ اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السّلام کو نبوت دنیا میں بھیجنے کے بعد نہیں دیتا بلکہ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے نبوت کے ملنے اور اعلانِ نبوت میں بہت فرق ہے۔

القرآن:...... قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ قف اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا o

ترجمہ: بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ (سورۂ مریم، آیت 30، پارہ 16)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ

کون ہیں تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بندے ہونے کا اقرار کیا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ سمجھیں۔ کتاب سے انجیل شریف مُراد ہے آپ نے نبوت اور کتاب ملنے کی خبر دی یہ خبر آپ نے پیدا ہوتے ہی دی۔ معلوم ہوا کہ نبی کو نبوت اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی عطا فرمادی تھی مگر کسی نے اعلان پیدا ہوتے ہی کیا، کسی نے اعلان چالیس سال کی عمر میں کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لہٰذا نبوت ملنے اور اعلانِ نبوت میں بہت فرق ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کی کرامات قرآنِ مجید سے ثابت ہیں؟

جواب:......اولیاء اللہ کی کرامات قرآن مجید سے ملاحظہ ہوں۔

القرآن:...... قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ○ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ط فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ قف

ترجمہ: سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں، ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں تخت حضور میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بیشک اس پر قوت اور امانتدار رہوں اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کروں گا ایک پلک جھپکنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

(سورۂ نمل، آیت 40 تا 38، پارہ 19)

مفسرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ملکہ سبا بلقیس کا بہت وسیع وعریض تخت تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اس وسیع وعریض تخت کو جس کا طول اَسّی گز اور عرض چالیس، سونے چاندی کا جواہرات کے ساتھ مرصع تھا اس کو اتنا دور سے منگوانا چاہتے تھے تاکہ ملکہ بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنا معجزہ دکھادیں چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے کہا تو جواب میں ایک خبیث جن کھڑا ہوا اس نے اجلاس ختم تک لانے کا جواب دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس سے بھی جلد چاہیے چنانچہ آپ کا وزیر آصف بن برخیا نے عرض کی میں وہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا اس نے ایسا ہی کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آصف بن برخیا جو سلیمان علیہ السلام کی اُمّت کا ولی اللہ تھا اور کتاب کا کچھ علم جانتا تھا تو اس نے لاکھوں میل کا سفر اور پھر اتنا بڑا تخت پلک جھپکنے میں حاضر کیا یہ کرامت ہے اور کرامت وہی ہوتی ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی اُمّت کے ایک ولی اللہ کی یہ شان ہے تو پھر امام الانبیاء ﷺ کی اُمّت کے اولیاء کرام کی کیا شان ہوگی؟

اگر غوثِ اعظم، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت داتا صاحب رحمہم اللہ کرامات دکھائیں تو کونسی عجیب بات ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں۔

سوال: کیا اولیاء اللہ کے تبرکات سے نفع حاصل ہوتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے؟

جواب:......اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے جس چیز کو نسبت ہوجائے وہ اعلیٰ وبابرکت ہوجاتی ہے اس کا ادب کرنا ضروری ہے اور اس سے برکتیں حاصل ہوتی ہے جو کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

القرآن:...... وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط

ترجمہ: بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اُٹھائے ہوں گے اس کو فرشتے۔ (سورۂ بقرہ، آیت 248 پارہ 2)

تفسیر:...... اس آیت کی تفسیر میں تفسیرِ خازن، تفسیر روح البیان، تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہ میں لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کرام علیہم السّلام کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے اور آپ علیہ السلام کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصاء مبارک اور ان کا عمامہ شریف تھا بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے تھے جب خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے تو اِن تبرکات کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات سے فیض اور برکات لینا ان کی تعظیم کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے۔

القرآن:...... اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ج هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ O

(سورۂ ص، آیت 42، پارہ 23)

ترجمہ: تم اپنے پاؤں زمین پر مارو یہ (پانی کا) ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔

القرآن:...... اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ج

وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ○

ترجمہ: میرا یہ قمیض لے جاؤ، سواسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہوجائیں گے اور (پھر) اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

(سورۂ یوسف، آیت 93 پارہ 13)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بابرکت کُرتا جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے لگایا تو اُن کی ظاہری آنکھیں روشن ہوگئیں۔

القرآن:......ترجمہ: اے محبوب! مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالو۔

قرآن مجید حکم دے رہا ہے کہ اے میرے محبوب امقامِ ابراہیم علیہ السلام کو مصلّٰی بنالو کیونکہ مقامِ ابراہیم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہوگئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ اس نسبت کی تعظیم کا حکم دے رہا ہے۔

قرآن مجید کی آیات سے یہ ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو بزرگوں سے نسبت ہوجائے وہ لائقِ تعظیم اور بابرکت ہوجاتی ہیں چنانچہ اب اس ضمن میں احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

حدیث شریف:...... بخاری شریف جلد اوّل کتاب الجنائز باب من اعد الکفن میں ہے کہ ایک دن سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف میں ملبوس باہر تشریف لائے کسی نے تہبند شریف سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس (مانگنے) والے سے کہا کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رَد کرنا (منع کرنا) سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہیں ہے پھر تم نے کیوں یہ کام کیا اُنہوں نے کہا۔

''اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اسے اپنے پہننے کے لئے نہیں لیا۔ میں نے تو اس لئے مانگی کہ (یہ تہبند) میرا کفن ہو، حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اس کا کفن ہوا۔

معلوم ہوا کہ جس تبرکات کو کسی نیک ہستی سے نسبت ہوجائے اس کو قبر میں ساتھ لے جانا سنّتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ ایمان تھا کہ جس چیز کو سرکارِ اعظم ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کو کفن کے طور پر استعمال کرنا باعثِ مغفرت اور نجات ہے۔

الحدیث:...... مشکوٰۃ شریف کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے پاس سرکارِ اعظم ﷺ کا جُبّہ (اچکن) شریف تھا۔ مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہا وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔ (بحوالہ: مشکوٰۃ کتاب اللباس از: جاء الحق)

الحدیث:...... حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے تو وضو کے لئے پانی لایا گیا۔ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور لوگوں نے آپ ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور اپنے (چہروں) پر مَلنا شروع کر دیا تو حضور ﷺ نے ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ کے سامنے عنزہ (نیزہ) تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے ایک پیالہ پانی منگوایا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنے ہاتھ اور منہ کو دھویا اور اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں (ابوموسیٰ اشعری اور بلال رضی اللہ عنہ) کو فرمایا اس سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو۔ (بحوالہ: بخاری شریف جلد اوّل، کتاب الوضوء، رقم الحدیث 186 صفحہ 150 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

الحدیث:...... حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی انتقال کر گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو تین یا پانچ مرتبہ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس سے زیادہ (سات مرتبہ) غسل دو اور جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرو (ام عطیہ کا کہنا ہے) جب ہم غسل سے فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ ﷺ کو مطلع کیا حضور ﷺ نے اپنے تہبند کو اُتارا اور فرمایا اس میں اس کو لپیٹ دو۔

(بحوالہ: بخاری جلد اول، کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1179 صفحہ 513 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

فائدہ:...... معلوم ہوا کہ جس چیز کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ باعثِ برکت اور وسیلہ بخشش ہے اور نسبت والی چیز کی تعظیم اور اس کو کفن کے طور پر استعمال کرنے کا حکم خود

حضور ﷺ دے رہے ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہلِ مدینہ کا یہ ایمان تھا کہ جس کپڑے کو سرکارِ اعظم ﷺ سے نسبت ہوجائے وہ بیماریوں سے شفا کا باعث ہے۔

اِسی طرح آبِ زم زم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نسبت ہے لہٰذا آبِ زم زم متبرک ہے اگر کوئی اس پانی کو اپنے کفن پر لگائے تو مغفرت اور نجات کا ذریعہ ہے اور اگر جسم پر لگائے تو بیماریوں سے شفا کا باعث ہے الغرض کہ جس چیز کو اہل اللہ سے نسبت ہوجائے وہ بابرکت ہوجاتی ہے۔

سوال: موئے مبارک کی عظمت احادیث کی روشنی میں بیان کریں نیز کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی موئے مبارک کی تعظیم کیا کرتے تھے؟

جواب:......موئے مبارک سے مراد سرکارِ اعظم ﷺ کے بال مبارک ہیں یاد رکھئے جس چیز کو سرکارِ اعظم ﷺ کی ذات سے نسبت ہوجائے اس چیز کی تعظیم اور احترام مسلمانوں پر فرض ہے۔

الحدیث:...... مَنْ آذٰی شَعْرَةً مِّنِّیْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَاللّٰہَ۔

ترجمہ: سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میرے بال مبارک کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا (تکلیف) دی بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

(بحوالہ: جامع صغیر صفحہ 185 از: امام سیوطی علیہ الرحمہ، البرھان صفحہ 102)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ موئے مبارک کی تعظیم وادب نہایت ضروری ہے۔

موئے مبارک باعثِ شفا:

الحدیث:......حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زوجہ نے مجھ کو ایک پانی کا پیالہ دے کر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتیں کیونکہ ان کے پاس سرکارِ اعظم ﷺ کا موئے مبارک تھا۔تو وہ سرکارِ اعظم ﷺ کے اس بال مبارک کو نکالتیں جس کو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا،اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا۔(جس سے مریض کو شفا ہو جاتی)(بحوالہ: بخاری شریف،مشکوٰۃ شریف صفحہ 391)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان موئے مبارک کو باعثِ شفا جانتے تھے اور اس کی تعظیم کرتے تھے۔

سوال: موئے مبارک کہاں سے آ گئے کیا کسی حدیث میں ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے موئے مبارک تقسیم فرمائے ہوں؟

جواب:......سرکارِ اعظم ﷺ اپنے موئے مبارک خود اپنے دستِ مبارک سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیتے اور فرماتے اِسے تقسیم کر دو چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

الحدیث:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ (مزدلفہ سے) مِنٰی میں تشریف لائے اور جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنی جگہ میں تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ نے حجام کو بُلایا اور اپنے سرِ اقدس کے داہنی طرف سے بال مبارک مُنڈوائے اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بُلا کر عطا فرمائے، پھر آپ ﷺ نے اپنے بائیں طرف کے بال مُنڈوائے اور وہ بھی حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عنایت کئے اور ارشاد فرمایا کہ ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔

(بحوالہ: بخاری شریف، مُسلم شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ 232)

معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے موئے مبارک فیض سے بھرپور ہیں اسی لئے آپ ﷺ نے اُن موئے مبارک کو تقسیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا لہٰذا اب تعصب اور عداوت کی عینک کو اُتار کر تسلیم کر لینا چاہیے کہ موئے مبارک فیوض اور برکات کا سرچشمہ ہیں اور اس کی تعظیم اور ادب نہایت ہی ضروری ہے۔

سوال: کسی مقدّس جگہ کو شریف کہنا کیسا ہے؟

جواب:......مقدس جگہوں کو شریف کہنا جائز و مستحسن ہے۔

القرآن:...... **يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ** ۔(سورۂ مائدہ، آیت 21، پارہ 6)

ترجمہ: (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اے میری قوم! مقدّس زمین میں داخل ہو جاؤ۔

تفسیر:...... بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

''قوله الارض المقدسة ارض بيت المقدّس سميت بذلك كانها كانت قرار الانبياء و مسكن المومنين''۔

ترجمہ: امام بیضاوی علیہ الرحمہ بیضاوی شریف میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جس زمین کو مقدّس کہا گیا ہے وہ بیت المقدّس کی زمین ہے اور وہ مقدّس اس لئے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام اور مومنین کے رہنے کی جگہ ہے۔

مشہور مفسر حضرت امام صاوی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر تفسیرِ صاوی میں تحریر فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی سکونت کے سبب وہ زمین شریف اور پاک ہو گئی۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں اور اولیاء کرام کے رہنے کے سبب جن زمینوں کو شرف حاصل ہوا ان جگہوں کو مقدّس اور شریف کہنا قرآن مجید کی آیتِ مبارکہ سے ثابت ہوا اس لئے بغداد کو بغداد شریف، اجمیر کو اجمیر شریف اور دیگر مقدّس مقامات جہاں بزرگانِ دین آرام فرما ہیں ان کے ناموں کے ساتھ مقدس، مطہرہ یا شریف کا لفظ بولنا بلا شبہ جائز و مستحسن

ہے۔

سوال: مرشد و رہنما کیوں ضروری ہے کیا قرآنِ مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:......مرشد و رہنما نہایت ضروری ہے کیونکہ زندگی میں ہر مسلمان کو رہنما اور سر پرست کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے کوشش کرنی چاہیے کہ کسی نہ کسی مردِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے۔

القرآن:...... **يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ** ج (سورۂ بنی اسرائیل، آیت 71، پارہ 15)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

تفسیر:......نور العرفان فی تفسیر القرآن میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو اگر صالح امام نہ ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا"۔

اس آیت میں تقلید، بیعت اور مُریدی سب کا ثبوت ہے۔

القرآن:...... **وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا** ○

(سورۂ کہف، آیت 17، پارہ 15)

ترجمہ: اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔

اس آیت میں "**مُرْشِدًا**" سے مراد راہ دکھانے والا بتایا ہے اس سے مرشد کی حقیقت قرآن مجید سے ثابت ہوئی لہٰذا صحیح العقیدہ نمازی، پرہیز گار اور کامل شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے حکم پر چلنا چاہیے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کے بعد ہر بزرگ نے کسی نہ کسی بزرگ سے شرفِ بیعت حاصل

کیا ہے ہر ولی اللہ کا کوئی نہ کوئی مرشد اور رہنما رہا ہے۔

سوال: امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور اشرف علی تھانوی دونوں ایک ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے تھے ایک دن حلوے پر جھگڑا ہوا اور امام احمد رضا نے اپنا الگ دارالعلوم بریلی میں بنالیا کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:...... یہ افواہ ہے جو کہ عوام میں گردش کر رہی ہے اس کی حقیقت یہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت دس شوال المکرم 1272ھ ہجری بمطابق 11 جون 1856ء میں بریلی شریف (یوپی بھارت) میں ہوئی۔

آپ علیہ الرحمہ نے درسِ نظامی (عالم کورس) اور دیگر علوم اپنے والد شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ سے حاصل کی چودہ سال کی عمر (یعنی 14 شعبان المعظّم 1386ھ بمطابق 1869ء) میں پہلا فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ رضاعت کے مسئلے پر تھا۔

دارالعلوم دیوبند 1880ء میں تعمیر ہوا جس کی دلیل یہ ہے کہ 1980ء میں دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ یعنی سو سالہ جشن منایا گیا جس موقع پر بہت بڑی تقریب کا انعقاد ہوا کہ جس کے تمام اخبارات گواہ ہیں اب آپ خود حساب لگائیں کہ دارالعلوم دیوبند کے تعمیر ہونے سے گیارہ سال پہلے امام احمد رضا علیہ الرحمہ مفتی بن چکے تھے۔

اس کے بعد نہ جانے کب اشرف علی تھانوی صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر کتنے سالوں میں یہ تعلیم مکمل کی الغرض کہ آپ نے جان لیا کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی افواہ تھی کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور اشرف علی

تھانوی ایک ساتھ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے۔

سوال: حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا یعنی آخری نبی ہونا قرآن مجید سے ثابت کیجئے؟

جواب:...... پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے سرکار اعظم ﷺ آخری نبی ہیں اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

القرآن:...... **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا O**

(سورۂ احزاب، آیت 40، پارہ 22)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی اور نبوت کے سلسلے کے ختم ہونے پر مہر ہیں۔

سوال: اس آیت میں لفظِ خاتَم آیا لیکن تم ترجمہ لفظِ خاتِم کا کیوں کرتے ہو؟

جواب:...... صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی قرأت میں **خاتِم النبیین** ہے۔ اس قرأت سے صاف واضح ہے کہ عقیدہ ختم نبوت قرآن مجید سے ثابت ہے اور قادیانیوں کے اعتراض کا رفع بھی ہے۔ اور **خاتَم** (ت کے زبر کے ساتھ) قرأت سے بھی سرکار اعظم ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا ثابت ہے۔

سوال: لغت کی رو سے خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟

جواب:...... جہاں تک سیاق وسباق کا تعلق ہے وہ پوری طرح اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہی کے لئے جائیں اور یہی سمجھا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ لغت بھی اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ عربی لغت اور محاورے کی رو سے ''ختم'' کے معنی بند کرنے اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

مثال:...... ختم العمل کے معنی ہیں فراغ من العمل'' کام پورا کر کے فارغ ہو جانا۔''

ختم الکتاب کے معنی ہیں کتاب بند کر کے اس پر مہر لگا دی تاکہ کتاب محفوظ ہو جائے۔

اسی طرح خاتم النبیین کے معنی ہیں: ''جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔'' (تفسیر ابن جریر جلد 22 صفحہ 12)

سوال: حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا یعنی آخری نبی ہونا حدیث شریف سے ثابت کیجئے؟

جواب:......احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

الحدیث :......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء علیہم السّلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، دوسرے یہ کہ رعب دیا گیا ہے، تیسرے یہ کہ میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا اور زمین میرے لئے پاک اور سجدہ گاہ بنائی گئی اور میں تمام مخلوقات کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا اور ختم کی گئی مجھ پر نبوت۔ (بحوالہ: مسلم شریف)

الحدیث:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی

اسرائیل پر انبیاء علیہم السلام حکمرانی کیا کرتے تھے جب ایک نبی وصال فرما جاتا تھا تو اس کے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا اور تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب خلفاء ہوں گے جو بہت کثرت سے ہوں گے۔(بحوالہ: بخاری شریف)

اس طرح کی احادیث بکثرت صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور ﷺ سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی مضبوط سندوں سے نقل کیا ہے جن کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ الغرض کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اس کے ختم پر مہر لگ چکی ہے۔

سوال: حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کون ہے؟

جواب:......اس کا جواب حضور ﷺ کی حدیث سے ملاحظہ ہو۔

الحدیث:......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اور یہ کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بحوالہ: ابوداؤد شریف)

حضور ﷺ کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ دجال و کذاب ہے۔

سوال: کیا حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے؟

جواب:......قرآن وحدیث کے بعد شریعت اسلامی میں تیسرا اہم درجہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے۔ یہ بات معتبر دلیلوں اور تاریخی ثبوت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ

کے پردہ فرمانے کے بعد جن دجّالوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کے جھوٹے دعووں کو تسلیم کیا ان سب کے خلاف صحابہ کرام علیہم الرضوان نے علم جہاد بلند کیا۔

اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مردودِ اعظم مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابل ذکر ہے۔

مسیلمہ کذاب صرف حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر نہ تھا بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اس نے حضور ﷺ کے وصال سے پہلے جو خط آپ ﷺ کو لکھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے:

''مسیلمہ رسول اللہ (معاذ اللہ) کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف آپ ﷺ پر سلام ہو۔ آپ ﷺ کو معلوم ہو کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔'' (معاذ اللہ) (بحوالہ: طبری جلد دوم صفحہ 399 مطبوعہ مصر)

اس کے علاوہ مؤرخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں **اشھدان محمدا رسول اللّٰہ** کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ مسیلمہ کذاب کی ایک لاکھ فوج سے صرف دس ہزار مسلمانوں نے جنگ کی اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسے کذاب کہا اس لئے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

سوال: کیا حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر علمائے امت کا اجماع ہے؟

جواب:......قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد علمائے امت کا مقام ہے اس لحاظ سے اب ہم دیکھتے ہیں کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیائے اسلام کے علمائے امت کس بات پر متفق ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا "مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں" اس پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ حضور ﷺ فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مناقب امام اعظم، لابن احمد المکی جلد اول صفحہ 161 مطبوعہ حیدر آباد 1321ھ)

علامہ ابن جریر طبری رضی اللہ عنہ :

اپنی مشہور تفسیر قرآن میں اس آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔ (تفسیر ابن جریر، جلد 22 صفحہ 12)

حضرت امام محی السنہ بغوی علیہ الرحمہ:

آپ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کیا۔ پس آپ ﷺ، انبیاء علیہم السّلام کے خاتم ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (جلد 3 صفحہ 153)

حضرت علامہ ابن نجیم علیہ الرحمہ :

اصول فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، باب الردہ میں لکھتے ہیں:

"اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کو جاننا اور ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔" (صفحہ 179)

حضرت امام علی قاری علیہ الرحمہ :

اپنی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

ہم نے چار جید علماء کرام کے حوالے کر دیئے ہیں جو عالم اسلام کی متفقہ بزرگ شخصیتیں ہیں۔ان سب کا بلکہ لاکھوں علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

سوال: جب حضور ﷺ آخری نبی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں تشریف لائیں گے؟

جواب:......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول، نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا نہ ان پر وحی نازل ہوگی نہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے نہ وہ شریعت مصطفی ﷺ میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے نہ ان کو تجدید دین کے لئے دنیا میں لایا جائے گا نہ وہ آکر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک الگ امت بنائیں گے۔

وہ صرف اس کار خاص کے لئے بھیجے جائیں گے اور وہ یہ ہوگا کہ دجال کے فتنے کا خاتمہ کر دیں۔اس کام کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہوگا انہیں اس امر میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جو سرکارِ اعظم ﷺ کی بشارت کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔

وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوجائیں گے، جو بھی اس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اس کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے تاکہ اس شک کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ

رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لئے واپس آئے ہیں۔ ان سب باتوں کی بناء پر ان کی آمد سے مہر نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا اس پر علمائے امت کے اقوال ملاحظہ ہوں:

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ:

آپ اپنی تفسیر جلالین صفحہ 768 پر لکھتے ہیں **وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا** یعنی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے۔

حضرت امام حافظ الدین النسفی علیہ الرحمہ:

اپنی تفسیر مدارک التنزیل صفحہ 417 میں لکھتے ہیں:

''اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں میں سے سب سے آخری ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی مبعوث نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جہاں تک بات ہے وہ ان انبیاء علیہم السّلام میں سے ہیں جو حضور ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو وہ آپ ﷺ کی امت کے افراد میں سے ہوں گے۔''

علمائے امت نے اس مسئلے کو پوری وضاحت کے ساتھ یوں بیان فرمایا۔

حضرت امام تفتازانی علیہ الرحمہ:

آپ شرح عقائد نسفی مطبوعہ مصر صفحہ 135 پر لکھتے ہیں کہ یہ ثابت ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اگر کہا جائے کہ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہاں آیا ہے مگر وہ حضور ﷺ کے تابع ہوں گے کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے اس لئے نہ ان کی طرف وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر فرمائیں گے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے متعلق حدیث ملاحظہ ہو:

الحدیث:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ آیئے آپ نماز پڑھایئے مگر وہ کہیں گے تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو (یعنی تمہارا امیر خود تمہی میں سے ہونا چاہیے) یہ وہ اس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دی ہے۔ (بحوالہ: مسلم، بیان نزول عیسیٰ ابن مریم، مسند احمد)

سوال: جب قرآن مجید میں دینِ اسلام کے تمام قوانین موجود ہیں تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:...... بے شک قرآن میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے کوئی بھی مسلمان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ کائنات کی ابتداء سے اس کی انتہا تک سارے علوم اور قوانین اور اس کے علاوہ کے متعلق بھی قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن ہم وہ آنکھ نہیں رکھتے کہ علوم اور مسائل کو اپنے تئیں سمجھ سکیں اور زیر عمل لاسکیں۔

دلیل:......قرآنِ مجید میں مومنوں کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر ہم نماز کیسے پڑھیں گے؟ کتنے وقت کی پڑھیں گے؟ نماز کا طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ قرآن مجید میں صرحتاً تلاش کرسکتے ہیں؟

دلیل:......قرآنِ مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ "زکوٰۃ ادا کرو" آپ بتائیں کہ زکوٰۃ ہم کتنی ادا کریں؟ کب فرض ہوتی ہے؟ کس پر فرض ہے؟ حج کیسے ادا کریں؟ عمرہ کیسے ادا کریں؟ نمازِ عید کیسے ادا کریں؟ وغیرہ وغیرہ دیگر اس جیسے بہت سارے مسائل پر ہم عمل درآمد کیسے کریں گے؟

یقیناً ہمیں حدیث شریف سے مدد لینی ہوگی حدیث شریف کی ضرورت پڑے گی بغیر حدیث کی مدد کے آپ ان تمام تفصیلی معاملات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے الغرض کہ احادیثِ رسول قرآن مجید کی تفصیل اور سرکارِ اعظم ﷺ کی حیاتِ طیبہ قرآنِ مجید کا عملی نمونہ ہے۔

سوال: اگر قرآن کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہے تو پھر کیا قرآن مجید حدیث کا محتاج ہے؟

جواب:......قرآنِ مجید حکمتوں، علوم اور معرفت کا خزینہ ہے یہ ہرگز حدیث شریف کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے اس میں موجود علوم کی معرفت کے لئے ہم حدیث شریف کے محتاج ہیں۔

اسے یوں سمجھئے کہ قرآنِ مجید ضابطۂ حیات ہے لیکن اس پر عمل کس طرح کیا جائے اس کی تشریح اور وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سرکارِ اعظم ﷺ کو ہماری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور سرکارِ اعظم ﷺ کی طرف سے کی گئی تشریح اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے قرآن مجید کسی کا محتاج نہیں اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ احادیث مبارکہ پر عمل کرنے سے قرآن مجید کا محتاج ہونا لازم آئے گا اس لئے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سرکارِ اعظم ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

سوال: کیا قرآن مجید میں احادیثِ مبارکہ کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے؟

جواب:......قرآن مجید میں کئی مقامات پر سرکارِ اعظم ﷺ کے قول (حدیث) کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

القرآن:...... قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ

الْكٰفِرِيْنَo

ترجمہ: تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ (سورۂ آل عمران، آیت 32، پارہ 3)

القرآن:...... قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌo

ترجمہ: (اے میرے محبوب) تم فرماؤ! اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری رہ چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے حکم (حدیث) کو ماننے اور عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

القرآن:...... مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (سورۂ نساء آیت 80، پارہ 5)

القرآن:...... وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنہیں کی جاتی ہے۔ (وحی الٰہی ان کا کلام ہوتی ہے) (سورۂ والنجم، آیت 3-4، پارہ 27)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلا ہوا ہر لفظ شریعت اور حدیث ہے اس پر عمل کرنے کا حکم قرآنِ مجید سے ثابت ہے لہٰذا بات واضح ہوگئی کہ حدیثِ رسول ﷺ کی بہت اہمیت ہے۔

سوال: کیا زمانۂ رسول ﷺ میں قولِ رسول لکھنے کا رواج تھا؟

جواب:...... سرکارِ اعظم ﷺ کے دورِ اقدس میں بھی احادیث لکھی جاتی تھیں کئی صحابہ کرام

علیہم الرضوان اپنے مولا سرکارِ اعظم ﷺ سے جو کچھ سنتے لکھ کر محفوظ کر لیتے تھے چنانچہ ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

الحدیث:......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکارِ اعظم ﷺ کی زبانِ پاک سے جو لفظ سُنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا اس ارادے سے کہ اسے یاد کروں لیکن قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم سرکارِ اعظم ﷺ سے جو سُنتے ہو وہ لکھ لیتے ہو اور سرکارِ اعظم ﷺ بتقاضائے بشریت کبھی بحالتِ غضب میں کچھ فرما دیتے ہیں (ان کی اس بات سے متاثر ہو کر) میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر میں نے اس بات کا ذکر بارگاہِ رسالت ﷺ میں کیا تو سرکارِ اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مجھ سے سنو (میں کسی بھی حالت میں ہوں) ضرور لکھ لیا کرو اس ذاتِ پاک جل جلالہٗ کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میری زبان سے حق کے سوا کچھ اور نکلتا ہی نہیں۔

(بحوالہ: رواہ الامام احمد، تفسیر ابنِ کثیر سورۃ والنجم جلد چہارم صفحہ 247)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے مولا سرکارِ اعظم ﷺ کی ہر بات لکھنے کا اہتمام کرتے تھے اور اس کو یاد کرتے تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پوری زندگی بلکہ اُن کا ہر ہر لمحہ سرکارِ اعظم ﷺ کے ارشادات کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طبعی خواہشات تک سب کی سب احادیثِ رسول ﷺ کی تابع تھیں اُن کی خلوتوں کا سوز و گداز اور اُن کی جلوتوں کا جذبۂ عمل، ان کی شب بیداریاں اور اُن کے دن کے قیلولے سب فرمانِ رسول ﷺ کے تابع تھے اور جو قول، فعل سے ہر وقت ہم کنار رہے وہ کبھی فراموش ہوسکتا ہے؟

ہرگز نہیں ہوسکتا ان ہستیوں نے اپنے مولیٰ سرکارِ اعظم ﷺ کا ایک بھی فرمان کبھی فراموش نہیں ہونے دیا تمام باتوں سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ ایمان رہا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی ظاہری پردہ پوشی کے بعد بھی آپ ﷺ کے فرامین شریعت اور حُجّت

ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ان کی حفاظت کا اس قدر انتظام اسی وجہ سے فرمایا جو کہ آج سند کے ساتھ ہمارے سامنے ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے اس ہدایت اور سنہرے ضابطۂ حیات کو محفوظ کر لیا گیا۔

کپڑے موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: آج کل ہمارے نوجوانوں میں یہ بیماری پھیلتی جارہی ہے، خصوصا وہ نوجوان جو پینٹ شرٹ میں ملبوس ہوتے ہیں، وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی اپنی پینٹ کے پائنچوں کو موڑ لیتے ہیں اور بہت زیادہ موڑتے ہیں اور بعض لوگ شلوار کو نیفے کی طرف گھرستے ہیں یا موڑتے ہیں۔اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ہم جب نماز کا ارادہ کرتے ہیں تو گویا ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہورہے ہیں جو سارے حاکموں کا حاکم ہے۔اس کی بارگاہ سے بڑھ کر کوئی بارگاہ نہیں۔لہذا اس کی بارگاہ میں انتہائی ادب کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے۔نہایت ہی سلیقے کے ساتھ اچھا لباس پہن کر حاضر ہوں۔اس مثال کو یوں سمجھ لیجئے کہ آپ ہم کسی دنیاوی افسر کی خدمت میں جاتے ہیں تو پہلے اپنا حلیہ اچھا کرتے ہیں پھر اپنا لباس درست کرتے ہیں، آستیں چڑھی ہوئی ہوتی ہیں تو اسے سیدھی کر لیتے ہیں۔شلوار کا پائنچا اگر اوپر نیچے ہو تو اسے درست کرتے ہیں تو جب دنیاوی دربار کا اس قدر احترام ہے تو جو بارگاہ تمام بارگاہوں سے افضل واعلیٰ ہے اس بارگاہ کا احترام کس قدر ہونا چاہئے۔اب شلوار کو نیفے کی طرف سے یا پینٹ کے پائنچے کو نیچے سے موڑنے کی مذمت میں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث = عن ابن عباس امر النبی ﷺ ان یسجد علی سبعۃ اعضاء ولا یکف شعراء ولا ثوبا الجبھۃ، والیدین، والرکبتین، والرجلین (بخاری شریف، باب السجود علی سبعۃ اعظم، کتاب الاذان، حدیث 809، ص 155، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

ترجمہ = حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے سات اعضاء پر سجدہ کرنے اور بالوں اور کپڑے کو نہ موڑنے کا حکم دیا ہے (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شریعت کی اصطلاح میں کپڑے کا موڑنا (فولڈ کرنا) اور سجدہ میں جاتے وقت اپنے کپڑے کو اوپر کی طرف کھینچنا ہے۔ یہ فعل کپڑے کا ٹخنوں کے نیچے رہنے سے زیادہ قبیح و نقصان دہ ہے کیونکہ پہلی صورت میں یعنی کپڑا بغیر تکبر کی نیت کے ٹخنے سے نیچے رکھنے میں نماز مکروہ تنزیہی (برا) ہے یا خلاف اولیٰ ہوگی اور کف ثوب کی صورت میں خواہ نیفے یا پائنچے کی طرف سے موڑے (مکروہ تحریمی ہے) اور اسی طرح آدھی کلائی سے زیادہ آستین وغیرہ موڑنے یا دامن سمیٹ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ (نماز کو دوبارہ لوٹانا ہے)

(بحوالہ: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد 6، ص 90)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ کی شرح سے دو باتیں سامنے آئیں کہ اگر شلوار، ازار یا پینٹ بغیر تکبر کی نیت سے ٹخنوں سے نیچے ہو تو مکروہ تنزیہی یعنی برا فعل ہے جبکہ شلوار ازار یا پینٹ کو اوپر یا نیچے سے موڑنا (فولڈ کرنا) مکروہ تحریمی ہے یعنی نماز لوٹانی ہوگی۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر ہمارے سامنے دو مصیبتیں ہوں، ایک چھوٹی اور ایک بڑی تو چھوٹی مصیبت اپنا لینی چاہئے لہذا ازار یا پینٹ بڑی ہے تو مکروہ تحریمی سے بچنے کے لئے فولڈ نہ کریں۔ کوشش

کریں کہ شلوار، ازار یا پینٹ جب بھی سلوائیں ٹخنوں کے اوپر ہی سلوائیں، بالفرض یہ بات علم میں نہ تھی اور شلوار بڑی ہے تو اب جس قدر ہو سکے، اوپر کر لیں، باوجود اوپر کرنے کے بھی ٹخنوں تک آجاتی ہے تو اب اوپر یا نیچے سے فولڈ نہ کریں۔ اسی حالت میں نماز پڑھ لیں۔

درمختار میں ہے اور اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کفِ ثوب مکروہ تحریمی ہے یعنی کپڑے کا موڑنا اگرچہ کپڑے کو مٹی سے بچانے کی نیت سے ہو، جیسے آستین دامن موڑنا اگر ایسی حالت میں نماز میں داخل ہوا کہ اس کی آستین یا اس کا دامن موڑا ہوا تھا جب بھی مکروہ تحریمی ہے اور اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ موڑنا (فولڈ) کرنا حالت نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، خواہ نماز شروع کرنے سے پہلے یا دوران نماز ہو سب صورتوں میں مکروہ تحریمی ہے (درمختار، جلد اول، ص 598)

کپڑا ٹخنے سے اوپر رکھنے کا حکم

حدیث = عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ فقال ابو کر ان احد شقی ثوبی یسترخی الا ان اتعاھدذلک منہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک لست تصنع ذلک خیلاء (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، حدیث 3665، ص 667، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ازراہ تکبر وغرور کپڑا گھسیٹ کر چلے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے کپڑے کا ایک کونہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اے ابوبکر) تم یہ تکبر وغرور سے نہیں کرتے۔

اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ کپڑے ٹخنے سے نیچے لٹکانے کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ تکبر کے ساتھ

2۔ بغیر تکبر کے

پہلی صورت تکبر کے ساتھ شلوار ٹخنوں کے نیچے لٹکانا حرام اور مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری صورت میں بغیر تکبر کی نیت سے شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا مکروہ تنزیہی (بُرا) ہے۔

سوال: شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا ہی تو تکبر ہے؟

جواب: یہ بات درست نہیں ہے۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں ہر دوسرے آدمی کی شلوار ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہے تو کیا سب کو متکبر (تکبر کرنے والوں میں) شمار کیا جائے گا۔ ایسا کہنا زیادتی ہے کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول پاک ﷺ کی جانب سے اجازت مل جانا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم تکبراً نیچے کرنے والے نہیں ہو، ثابت کرتا ہے کہ اس میں نیت کا بڑا عمل دخل ہے۔

سوال: لوگوں کی کافی تعداد مسجد میں داخل ہوتے ہی اپنی شلوار اوپر سے اور پینٹ نیچے سے فولڈ کر لیتی ہے اور مسجد سے باہر نکلتے ہی فوراً اپنی شلوار اور پینٹ درست کر لیتی ہے؟

جواب: یہ سب لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ شلوار یا پینٹ کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم ہر وقت ہے۔ صرف نماز کے لئے خاص نہیں ہے۔ مذکورہ حدیث میں کہیں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ نماز کے وقت یہ اہتمام کرو بلکہ ہر وقت اس کی احتیاط ضروری ہے۔

نوٹ: اگر کسی کی پینٹ کے پائنچے فولڈ ہو کر سلے ہوئے ہوں یعنی درزی نے سئے ہی ایسے ہوں تو ایسی پینٹ پہن کر نماز پڑھنے والے پر مکروہ تحریمی کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ پینٹ کی

ہیئت ہی ایسی ہے۔

فقط والسّلام

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی